

”جلدی کرو..... تمہارا میک اپ بھی ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”پولیس تمہاری طرف سے مطمئن نہ ہوگی۔“

ایک گھنٹے بعد انور اپنے گھر میں ضروری سامان اٹھا کر رہا تھا۔ اس سے فرصت پا کر وہ اپنی موڑ سائیکل لے آیا جس کی مرمت ہو چکی تھی۔ اسے گیراج میں بند کرنے کے بعد اس نے سامان اٹھایا لیکن پھر سونپنے لگا سامان سمیت آشیانہ کی طرف جانا تھیک نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی پیچے لگتی ہی جائے۔ وہ تھوڑی دریکھ کھڑا سوچتا رہا پھر سامان لے کر نیچے اترنا۔ قریب ہی ایک تیکی کھڑی تھی۔

”ہوش آر لپھو.....!“ انور نے سامان رکھتے ہوئے جیکی ڈرائیور سے کہا۔

وہ بچھلی سیٹ پر بیٹھنے لی جا رہا تھا کہ غیر ارادی طور پر پیچے کی طرف مڑا۔ اپنکا آصف کھڑا مکرار ہاتھا۔

”ہوش آر لپھو کیوں.....؟“ اس نے متنی خیز انداز میں پوچھا۔

”اوہ آصف.....!“ انور نے کہا۔ ”میں خطرے میں ہوں۔“

”دیکھی.....!“

”میرے پاس اتنا وقت نہیں کہہتا توں۔“

”ہوش میں آؤ..... جلدی میں نے تمہارے پیچے آدمی لگا رکھے ہیں۔“

”ہو گا بھی..... لیکن وہ آدمی میری جان نہیں بچا سکیں گے۔ میں فی الحال گھر میں نہیں رہتا۔“

”ڈر و نہیں۔“ آصف تشفی آمیز لجھے میں بولا۔ ”البر و نواب دوسرا حرکت کی ہمت نہ کر سکے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کی گرفتاری کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔“

”مجھے سب کچھ معلوم ہے گرہ البر و نواب آدمی نہیں بھوت ہے۔“

”یہ تم کہہ رہے ہو۔“ آصف تھیر ہو کر بولا۔

”اس میں تعجب کی بات نہیں۔ میں البر و نواب کے مقابلہ میں ہمت ہار چکا ہوں اور پھر اسی صورت میں جب کہ یہ نہیں معلوم کر دو۔ مجھ سے کیوں الجھنا چاہتا ہے۔ میرے لئے بچاؤ کے

امکانات ختم ہو گئے ہیں۔"

"تم کل بھک اس کی لاش دیکھو گے۔" آصف نے کہا۔ "وہ جہاں بھی دکھائی دیا اسے کوئی مار دی جائے گی۔ کیونکہ وہ غیر قانونی طریقے پر ملک میں داخل ہوا ہے۔"

"خیر بھی..... اسے اپنے ہی سک رکنا کہ میں آرچو میں مقیم ہوں۔ تم مجھ سے دہال مل سکتے ہو کرہ نمبر بانوں۔"

انور نے ٹیکی میں بینچ کر دروازہ بند کر لیا اور ٹیکی چل پڑی۔

اسکے منہ سے خواہ تجوہ آرچو کل کیا درست ارادہ پکھ اور تھا..... بہر حال اسے اس اتفاق پر خوشی ہو رہی تھی کہ آصف دھوکہ کھا گیا۔ ڈرائیور دوسرا طرف ٹیکی موڑ نے والا تھا کہ انور بولا۔  
"آرچو نہیں..... گجراج گھاث۔"

ڈرائیور نے متنی خیز انداز میں سر ہلا�ا۔ انور کا خیال تھا کہ وہ لوگ گجراج گھاث ہی کی طرف جائیں گے۔ کیونکہ وہ ادھر سے غیر مالک کی ناجائز درآمد و برآمد کے متعلق پہلے ہی سن چکا تھا۔ گجراج گھاث پہنچ کر اس نے سامان ایک چھوٹے سے ہوٹل میں اتنا را اور اسی ٹیکی پر پھر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ سرکار روڈ کے موڑ پر اس نے ٹیکی رکوالی۔ دس دس کے پانچ نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"میں کہاں اتر ہوں۔" انور نے ڈرائیور سے پوچھا جو ان نوٹوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"آرچو ہوٹل میں۔" ڈرائیور مسکرا کر بولا۔

"بہت خوب! سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔" انور نے اس کا شانہ تھکتے ہوئے کہا۔

"جی..... میں جانتا ہوں کہ پولیس والوں سے آپ کی چلتی رہتی ہے۔"

"کیا تم مجھے چھانتے ہو.....؟" انور چونکہ کر بولا۔

"اے صاحب میں آپ کے قریب ہی رہتا ہوں۔"

"ٹھیک! بہت اچھے۔ ہاں میں نے تمھیں کم تو نہیں دیا۔"

"نہیں صاحب بہت ہے۔" ڈرائیور اپنا ہاتھ ماتھے کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ٹیکی بیک کی اور انور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑہ چل کر وہ مڑا..... بہت دور ٹیکی کی سرخ روشنی

تاریکی میں غم ہوتی جا رہی تھی۔

دوفر لائگ پیدل چلنے کے بعد وہ آشیانہ کے کپاڈ غم میں داخل ہو گیا۔

فریدی وغیرہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ انور نے رمنا کو سپلے نہ دیکھا ہوتا تو بھی سمجھتا کہ دھنٹلی سے کسی دوسری عمارت میں گھس آیا ہے۔ کیونکہ فریدی حمید اور ڈی گاریکا کی شکلیں بالکل بدلتی ہوئی تھیں۔ فریدی کو اس نے آواز سے پیچانا ورنہ یہ معلوم کرنا بھی دشوار تھا کہ ان میں سے فریدی کون ہے۔ اس نے ہندوستانی رجوازوں کے راجپوت سرداروں جیسی شکل بنارکی تھی۔ سرجنت حمید اور ڈی گاریکا فوجی لباس میں تھے۔ انور کو سب سے زیادہ حرمت ڈی گاریکا کی رنگت دیکھ کر ہوئی۔ فریدی نے اسے گندی رنگت کا ایک ہندوستانی ہنادیا تھا۔ سرجنت حمید انگلو اگرین معلوم ہوتا تھا۔

انور نے دیر سے چکنے کا سبب بیان کیا اور فریدی ہنسنے لگا۔

”تمہارا اندازہ سو فیصدی صحیح ہے۔ ہم گجراج گھاث ہی کی طرف روانہ ہوں گے۔“

فریدی نے کہا۔

”لیکن آپ لوگوں کے ساتھ میری موجودگی درست نہیں معلوم ہوتی۔“ انور نے کہا۔

”مگرراو نہیں۔ تمہارا بھی میک اپ کیا جائے گا۔ تمہارا وہی پادری والا پر اتنا میک اپ زیادہ

”درست رہے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔“

فریدی انور کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ میک اپ کا سامان ایک بڑی سی میز پر بکھرا ہوا تھا۔ فریدی نے انور کے سر کے بالوں کی مناسبت سے اس کے چہرے پر سرخی مائل ڈاڑھی چپکا دی اور سوٹ کیس سے کھٹی رنگ کا ایک گاؤں نکال کر پہنادیا۔

اور پھر جب وہ باہر آئے تو ڈی گاریکا بے اختیار اچھل پڑا۔

”البر نو تم حقیقی اس قابل ہو کہ پوچھ جاؤ۔“

”میں نے ایسا آدی آج تک نہیں دیکھا۔“ رمنا بولی۔

”اور مجھے جیسا آدی.....!“ حمید نے پوچھا۔

”تم آدی کب ہو۔“

”کیا مطلب.....!“

”مطلب یہ کہ تم آدمی نہیں شہزادے ہو۔“ رمونا نے شوخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

فریدی پھر اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہاتھوں میں سوت کیس لٹکائے ہوئے

داپس آیا۔

”ہادا ضروری سامان پہلے ہی گجراج بینچ چکا ہے۔“ فریدی نے انور سے کہا۔

وہ سب مکان سے باہر آئے۔ تھوڑی دور پہل چلنے کے بعد انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔

راستے میں کئی پولیس والوں نے انہیں روکا اور ڈی گاریکا کو یہ دیکھ کر اور حیرت ہوئی کہ البروفو  
ہندوستانی زبان میں بھی گفتگو کر سکتا ہے۔

گجراج گھاث بینچ کر انور کو پھر اپنی سچی خل میں آ جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنا  
سامان نہیں لے سکتا تھا۔

ایک کافی بڑی موڑ بوث سمندر کی پر سکون سطح پر ان کا انتظار کر رہی تھی۔ سامان بار کر دیا گیا  
اور وہ اطمینان سے اپنی اپنی جگہوں پر بینچ گئے۔ موڑ بوث کافی طویل و عریض تھی جس کے  
درمیان میں ایک بڑا سا کیبن تھا۔ کیben دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ مسافروں کے لئے تھا  
اور دوسرا موڑ بوث کے عملہ کے لئے۔

اسڑکرنے انہیں اشارت کیا ہی تھا کہ گھاث پر کئی ٹارچوں کی روشنیاں دکھائی دیں یہ کسی  
تم کا اشارہ تھا جس پر انہیں بند کر دیا گیا۔ بھاری بھاری قدموں کی آوازیں نزدیک آتی ہیں  
ہو رہی تھیں۔ وقتاً دو پولیس انسپکٹر اور کچھ کاشیبل موڑ بوث پر چڑھائے۔

”کہاں جائے گا۔“ ایک پولیس انسپکٹر نے بھاری بھر کم آواز میں پوچھا۔

”ریاست دیر گزٹھ۔“ فریدی پر غرور آواز میں بولا۔ ”یہ ریاست کی سرکاری موڑ بوث ہے۔“

”سامان کدھر ہے۔“

”کیوں اپنا اور ہمارا وقت بر باد کرتے ہو۔ ہم کوئی چیز ناجائز طور پر نہیں لے جا رہے  
ہیں۔“ فریدی نے کہا اور انسپکٹر سے گھورنے لگا۔

”کرٹل رکھو راج سکے.....!“ فریدی پر وقار انداز میں اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

”نہ آہہ معاف سمجھے گا..... راجہ صاحب۔“ سیاہ بندوق کا لب پر پھٹک کے  
لارپیس والے موڑ بوت سے اتر گئے۔ انہیں پھر اشارت ہوا اور موڑ بوت سندھ کے پھرے  
سینے پر قراٹے گھرنے لگی۔

”کیا بات تھی۔“ ذی گاریکا نے پوچھا۔ ”لارپیس“ لارپیس۔

”کوئی خاص بات نہیں۔“ فریدی مکرا کر بولا۔ ”میں نے انہیں ہنگادیا۔“

”واب خواہ خواہ جائے رہنا فضول ہے۔“ رونا اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھری کی طرف  
دیکھ کر بولی۔

”جیسیں تمہارے اس خیال کی قدر کرتا ہوں۔“ حمید مکرا کر بولا۔ ”مگر البر و کمرے کھڑے  
سوئے کا عادی ہے۔“

”کھڑے کھڑے.....!“ رونا نے متھر ہو کر پوچھا۔

”ہاں اور ایک آنکھ سے جا گتا رہتا ہے۔“ حمید نے رونا کی طرف دیکھ کر  
ایک آنکھ بند کرتے ہوئے کہا اور رونا جھینپ کر دوسرا طرف دیکھنے لگی۔

”ارے کم بخت تم اس کے باپ کے سامنے اسے آنکھ مار رہے ہو۔“ فریدی جلا کر اردو  
میں بڑھ لیا۔

”ڈی گاریکا..... البر و نواس طرح سوتا ہے۔“ حمید نے ڈی گاریکا کو بھی آنکھ ماری اور ڈی  
گاریکا بے اختیار فس پڑا۔

”ان البر خو تمہارا سماجی بہت پیارا ہے۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”بہت.....!“ فریدی ہو ہوٹ سکوڑ کر بولا۔

”رونہ نے ایک سوت کیس سے شب خوابی کا بیس نکالا اور عمل خانے کی طرف پل پڑی۔“

”البر و نواس کتنی زبانیں جانتے ہو۔“ ڈی گاریکا نے فریدی سے پوچھا۔

”دنیا کی کئی مشہور زبانیں..... میں ہمچرہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہوں۔“

”مجھے جرت ہے۔“

”کیوں.....؟“

”یورپ کی زبانیں قریب قریب ایک دوسرے سے ملتی جاتی ہیں۔ اس لئے یورپیں کے لئے ان کا سیکھنا زیادہ مشکل نہیں۔ لیکن مشرقی زبانیں تم نے کس طرح سیکھیں۔ جبکہ ان کا رسم الخط یورپیں رسم الخط سے بالکل مختلف ہے۔“

”میں صرف بول سکتا ہوں لکھنہیں سکتا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم عمر سے تک مشرق میں رہے ہو۔“

”ہاں..... آس..... میں تو ایک سالانی آدمی ہوں۔ مشرق و مغرب شمال و جنوب میرے لئے ایسے ہیں جیسے کسی مکان کے چار کمرے۔“

ڈی گاریکا اسے اسکی نظرودن سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین نہ آیا ہو پھر تھوڑی دری بعد بولا۔ ”تم بہر حال ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔“

رمونا شب خوابی کے لباس میں خسل خانے سے برآمد ہوئی۔ اس کی بڑی بڑی نیکوں آنکھیں نیند سے بوجھل نظر آرہی تھیں۔ سیاہ رنگ کا رٹشی لبادہ اس کی نقری گردن میں ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے کالی رات ابھرتے ہوئے اجائبے کوڈنے کی کوشش کر رہی ہو۔ حمید نے ایک طویل انکڑا اپنی اور انور کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے کان میں آہستہ سے بولا۔

”قیامت ہے۔“

”تم چند ہو۔“ انور نے اسامنہ بنا کر بولا۔

”اور تم.....!“

”اُنکا پھا.....!“ انور جلا کر بولا۔ اس کا دماغ پتھر کی سل ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ سفر انتہائی مسحکہ خیز معلوم ہونے لگا تھا۔ الاف لیلے کے سند باد جہازی کا سفر۔ کسی سے ناول کے ہیرد کا روائی سفر..... ایسا سفر جو پڑھنے والوں کی گھشا نہ اوق کی تیکن کیلئے تکمیل دیا جاتا ہے۔ اسے اپنی ذات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایک ایسے عی سفر میں جذا ہو گیا ہے اگر وہ کسی ایسے سفر کے متعلق کسی کتاب میں پڑھاتا تو بے تکان اسے کھڑکی سے باہر بڑک پر پھینک دیتا۔

## ہم شہنشاہ

بھریں پہنچ کر فریدی اور حمید اپنی اصل شکلوں میں آگئے۔ انور نے بھی پادری کا لباس اتار دالا۔ لیکن ڈی گاریکا کو احتیاطاً ایک ہندستانی ہی کے لباس میں رہنے دیا گیا۔ ڈی گاریکا کے پاس اس کے بھی اور بھی کے پاسپورٹ تھے۔ یہاں سے فریدی اور حمید بھی اپنے مین الاقوای پاسپورٹ استعمال کر سکتے تھے۔ اب سوال انور کا رہ گیا تھا۔ اس کے لئے شاید فریدی نے کوئی تدبیر سوچ لی تھی۔ غالباً اسی لئے ڈی گاریکا وغیرہ کو اٹھیتاں دلاتا رہا تھا۔

فریدی کا خیال تھا کہ ڈان ونسٹ وغیرہ بھی فرار کے لئے بھریں کا راستہ اختیار کریں گے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یہاں سے گزر گئے یا ابھی پہنچے ہی نہیں۔

انور ڈی گاریکا اور رمنا کو ایک ہوٹل میں چھوڑ کر فریدی اور حمید ڈان ونسٹ کا پتہ لگانے کے لئے نکل گئے۔ انور دن بھر ڈی گاریکا سے اٹھے سیدھے سوالات کرتا رہا۔ وہ دراصل ڈی گاریکا کے بیان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

”ہم لوگ جمہوریت کو مغلکہ خیز تصور کرتے ہیں۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔ ”اسی لئے ہمارے یہاں ابھی تک شہنشاہیت قائم ہے۔ لیکن ہماری شہنشاہیت تمہاری جمہوریت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

”اسی لئے تمہارا موجودہ حکمران تخت کے جائز دارث کے قتل کی کوشش کر رہا ہے۔“ انور طریقے لجھ میں بولا۔

”اوہ..... کیا تمہاری جمہوریت کا دامن اس بدتماداغ سے پاک ہے؟ کیا تمہارے یہاں ایمان دار لیڈر قتل نہیں کئے جاتے۔ شہنشاہیت میں تو صرف ایک نالائق سے دو چار ہونا پڑتا ہے لیکن جمہوریت میں نالائقوں کی ایک پوری ٹیم دبالتا جان بن جاتی ہے۔ ایک نالائق سے چیخنا پڑتا آسان ہے لیکن پوری ٹیم سے پشتا مشکل ہو جاتا ہے اور پھر ہمارے ملک کا دستور کچھ اس ٹیم کا ہے کہ شہنشاہ اور رعایا ہر حال میں ایک دوسرے کے پابند ہوتے ہیں تم دیکھو گے کہ ہم کس

آسانی سے اپنے موجودہ حکمران کو مزدود کر دیتے ہیں۔“  
اور تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔

”لیکن تمہاری قوم کب تک چپی رہے گی۔“

اس سے جعلی میں سچے ہیں کہہ سکا۔ ”ڈی گاریکا مفرماندانہ انداز میں بولا۔

”ہو سکا ہے تم ہی لوگوں کا وجود ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو۔ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ البر تو کی مدد کے بغیر ہم شہزادی کو نہ پا سکتے ہیں۔“  
”حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے اب بھی تمہارے بیان پر مشتمل ہے۔“

”یعنی.....!“

”تمہارا بیان کردہ جزیرہ مجھے بالشیوں کی سرزین معلوم ہوا رہا ہے۔“

”تم خود دیکھ کر لو گے۔“ ڈی گاریکا مسکرا کر بولا۔

اتھر نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اوہ اکر۔“ اور اکر میرا بیان درست ہے تو پھر میں چند غیر ملکیوں کو خواہ تجوہ کیوں پریشان کر رہا ہوں۔ کیا تم مجھے صحیح الدماغ غمیں سمجھتے۔“ ڈی گاریکا نے سمجھی سے کہا۔

پاچ بجے شام کو فریدی اور حمید و ایں آئے۔ حمید نے اپنے فلت پیٹ میں کاغذ کا ایک بہت بڑا پھول لگا کر حاتما اور دلوں میں سیستانی چکلیوں اور نائیوں سے بھر رکھی تھیں۔

”اس وقت تم بھی صحیح روی شہزادے معلوم ہو رہے ہو۔“ رمنا طریقہ لجھ میں بولی۔

”روی شہزادے۔“ فریدی حمید کی طرف تجھب آمیز نظر دوں سے دیکھنے لگا۔

گز بدمت سمجھنے۔“ اور آہستہ سے اردو میں بولا۔ ”حمد اس سے کہہ چکا تھا کہ وہ زارِ روس کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔“

فریدی نے برا سامنہ پہنچا اور ڈی گاریکا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ڈی گاریکا اور اس کے ساتھیوں کی عہدات پہنچتے ہیں اور کل ہی کسی معلوم جگہ کے لئے روان ہو گئے۔ وہ پاچ تھے۔“

”پاچ.....!“

"اود تو کیا انہوں لئے اپنے مارڈا الائی ہے۔" نیکا و کا بے جھکی سے بولا۔

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ان کے ہاتھ ایک بوز حامر پیغیر تھا جو ہر دن کے ساحل

برے ہوئی کی حالت میں اتارا گیا تھا۔“

”بوز حامر یعنی.....!“ ذی گار کا حیرت نظائر کرتا ہوا والا۔ ”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”کامیک نہیں کا فہرست، تیزی کو سمجھ کر کچھ بڑے جو کام کا ایسا کام“

وَمِنْ أَنْتَ مُصَدِّقٌ لِّكُلِّ كِتَابٍ وَّمَا يَنْهَا فَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُفْسِدِينَ

اعلیٰ ہے۔ ”

”وہ لوگ اشار کپنی کی ایک داخلی کشتی میں روانہ ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ

اَلْهَمَكُمْ كَمْ تَرَى مِنْ قَبْرٍ جَنَاحَكُمْ كَمْ اَنْجَدْتُمْ

"او.....! " ذی گاز نکا اچل کم کو ال " تب وہ مقام جانشی، اور کسی کو جانشی کیا

هاری اک خدا بخی سکتے ہیں۔

سی ایجی ۱۹۶۴ ”بیانیہ مذکور کے لئے ۱۹۶۷“

"مگر انہوں کا کہا جائے گا کہ کب طریقے سے کر رہا ہے؟" دیکھاں کا تسلیم آئے۔ لمحہ میں یہاں

”میں اس سچے کردار میں گا۔“ فرم دی

”نے ایڈیٹر کا تھوڑی بے لذ کہ آئندہ میں نہ لے۔“

بررسی دی و ریلیه عومنی دیر بند سویر اورس جلاسا = گلیلیان

”خیل“

فہری تھیز کیا رہے کیمپ اکھیز سے جاتا رہا مجھ پڑا خانہ نہ میں، حالاً گا لے لے بھائیوں میں بھی

لیکن بعده از این مدت از این دو کارهای ایجاد و توزیع نیازمندی هایی بود که در این مدت ایجاد شدند.

وَهُوَ أَطْرَفُ مِنْ كُلِّ مَا يَعْلَمُ وَلَا يَلْعَمُ (الْأَنْجَانَلٌ) ۖ

"الہ دن تو اب بالکل جوان معلوم ہوتا ہے۔" رسمونا نے کہا۔

”قطلی نہیں..... وہ پچاہی برس کا ہے۔“ حمید جلدی سے بولا۔

”بعض اوقات تم سفید جھوٹ بولتے ہو۔“ رونا نے منہ بنا کر کہا۔

”بھرین بڑی حسین جگہ ہے۔“ انور نے بات اڑا دی۔

”مجھے تو پسند نہیں۔“

”پھر حسین کیا پسند ہے۔“

”شام کا مرتب.....!“ رونا نے کہا اور حمید بے ساختہ فس پڑا۔

انتہے میں فریدی واپس آگیا اور رونا نے شراحت آمیز نظر وہ سے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

”البردنو..... یہ کہتا ہے کہ تم پچاہی برس کے ہو۔“

”ٹھیک کہتا ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”البردنو میں تمہاری اصل شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”تم مجھے اس وقت میری اصل ہی صورت میں دیکھو رہے ہو۔“

”تب تو تم تیس سال سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔“ رونا نے کہا۔

”ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔“ فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیوں؟“ وہ حمید کی طرف مڑی۔ ”تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔“

”اوہ..... تو اگر تمیں ہی سال کے ہیں تو کون سے ہوئے تمیں مارخان ہیں۔“ حمید نے

منہ بنا کر کہا۔

”تمیں مارخان کیا جائز۔“

”تمیں مارخان ہماری طرف اسے کہتے ہیں جو روزانہ تمیں کھیاں مار لیتا ہو۔ اس لئے وزیر

صحت کو بھی تمیں مارخان کہتے ہیں۔“

رونا ہنسنے لگی۔

”مجھے اب تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں رہا۔“ رونا نے کہا پھر فریدی کو چاہٹ کر کے

بوی۔ ”یہ کہہ رہا ہے کہ تم ایک معمولی کسان کے بیٹے ہو اور خود یہ زائر وہی کے خاندان سے قلع رکھتا ہے۔“

"ٹھیک کہتا ہے۔" البرنو نے کہا اور سگار لگانے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"البرنو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" ڈی گاریکا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آختم میرے لئے اتنی تکلیفیں کیوں اخمار ہے ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے ڈان ونسٹ اور الفرینڈو کی گردش توڑنی ہیں۔ انہوں نے لندن کے ایک ناٹ کلب میں میری خت توہین کی تھی۔"

"تو ڈان ونسٹ کا یہ بیان صحیح تھا کہ اسکا لندن میں چند پر ٹکالیوں سے جھلا ہو گیا تھا۔

"بالکل صحیح تھا۔" فریدی نے کہا۔ "تم ذرا اپنا پاسپورٹ مجھے دے دو۔"

"کیوں؟ کیا کرو گے۔"

"مجھے تمہارے لڑکے کی تصویر چاہئے۔"

ڈی گاریکا نے فریدی کو پاسپورٹ دے دیا۔

"انور ادھر آؤ۔" فریدی نے انور کو اپنے چیخپے آنے کا اشارہ کیا اور پھر درمرے کمرے میں پہنچ کر اس کی طرف مڑا۔ "مجھے خوشی ہے کہ اس وقت آنکھوں کی رنگت کام آگئی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"تمہاری آنکھیں بھی بزر ہیں۔ میں تمہیں ڈی گاریکا کا لڑکا ہناوں گا۔۔۔ اس طرح تم اس کے پاسپورٹ پر سفر کر سکو گے۔"

انور حیرت سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی پھر بولا۔

"میں خود اس گھٹیا تم کے بہر و پ سے بچ آ گیا ہوں۔ مگر کیا کروں بعض اوقات مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ بہر حال ڈان ونسٹ کی حماقتوں ہمارے کام آ رہی ہیں۔"

"یعنی.....!"

"اگر وہ ڈی گاریکا کے لڑکے کو قتل کر کے اس کی ٹھلل نہ بگاؤ دیتا تو میں کبھی اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ معتول کی تصویر یہ اخبارات میں ضرور شائع ہوتی اور پھر تم اس کے پاسپورٹ کے ذریعے سفر نہ کر سکتے۔"

فریدی نے سوٹ کیس سے میک اپ کا سامان نکالنا شروع کیا۔ پھر انہیں ایک میز پر پھیلا

کرانور کی طرف مڑا تھا۔۔۔ قاتل اپنے الائٹ میجا۔۔۔ جب تک میلے۔۔۔

ٹڈ۔۔۔ بعض اوقات بمحضہ اسی بھانگتی رکھے سو اگلے پہنچ کی آئنے لگتی ہے۔۔۔ کیا جماfat ہے۔۔۔ فریدی نے مسکرا کر کہا۔۔۔

خیر اس کی کری پڑیجھے جاؤ۔۔۔ ممکن ہے تمہیں تمہری سی تکلیف بھی ہو، بلکہ میک اپ میں بھی بھی ختم بھی آ جاتے ہیں۔۔۔ مگر میں حتی الامکان اختیاط برتوں کا۔۔۔ تین نالے یعنی خدا۔۔۔ تمہری دیر بعد انہوں کو اپنا بھروسی ہونے لگا جیسے ان کے ہوتے جیلے جا رہے ہوں۔۔۔ لیکن وہ خدا۔۔۔ ایک گھنٹے بعد فریدی نے اتنے ایک آئینے کے راستے کمرہ کر دیا۔۔۔ انور خبط کے بیمار ہا۔۔۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد فریدی نے اتنے ایک آئینے کے راستے کمرہ کر دیا۔۔۔ انور بے اختیار چوک پڑا۔۔۔ ذی گاریکا کا پاسپورٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ بھی وہ اس کے لئے کی تصوری کی طرف دیکھتا اور بھی آئینے کی طرف۔۔۔ جب پیغمبلے کا۔۔۔

”کمال کر دیا۔۔۔“ وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔۔۔ اس فن میں بھی شاید ہی کوئی آپ کی

عکس کا۔۔۔“ ایسا۔۔۔ الائٹ آپ۔۔۔ ایسا۔۔۔“ آپ۔۔۔

پھر وہ دونوں اس کمرے میں آئے جہاں ذی گاریکا وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ انور کو دریکھتے ہی ذی گاریکا اور رمنا اچھل پڑے۔۔۔

”لے جائیں۔۔۔ لے جائیں۔۔۔“

”میرا آپ۔۔۔“ ذی گاریکا بے اختیار چیخا اور پھر تحریر کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔۔۔

”یہ انور ہے۔۔۔“ فریدی نے کہا اور ذی گاریکا کے چہرے پر کمری ادا کیں جیل بھی لگی۔۔۔

رمونا روری تھی۔۔۔ ذی گاریکا کے ہوتے کپکپا نے لگے اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں

سے چھپا لیا۔۔۔ ایسا۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔

”ذی گاریکا۔۔۔“ فریدی کھڑا کاک آواز میلے بلال۔۔۔ مجھے فسوس لہے گیں اس کے سماں اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔

تھوڑے میں اس طبقہ میں پھر کیسے کام کوں گا۔۔۔ ذی گاریکا کھٹکی کھٹکی آواز میں بولا۔۔۔

”تمہرے سے کام لیا۔۔۔“ فریدی خنکھلے۔۔۔ تمہری ہاتھ اور ایک جگ جو پیاری تھی۔۔۔ اس نالہ ”رمونا کیسے زندہ رہ سکے گی۔۔۔ اس کے مردہ بھائی کا ہم شپیڈ۔۔۔“ ذی گاریکا کی آواز میں

ایک پھر کئی بیان لادا۔۔۔ یاں۔۔۔ لالا ان ایسا لاپ اسی لات سے طیت ہوئی۔۔۔

”میں دل پر پھر رکھ لوں گی۔“ رہمنا آئے کہ کہنے کی ہو گئی۔ اس کی بھی ہوئی آنکھوں سے غصے کی آجھے نکل رہی تھی۔ اس نے خلا ہوتے دانچوں میں دبایا تھا اور مجھ پر وقار آواز میں ہوئی۔ ”میں اولیاری کے قتل کا انتقام لیتا ہے۔ میں ڈالن وہ ستم اور اس کے سیاچھوپن کے خون شیم اپنے گھنگھر یا لے بالوں کو سرخ کروں گی۔ ان کی بڑھانا چاہوں کی اولیاری کا اس کل میرے زخم تازہ رکھے گا۔ انتقام کی آگ مجھ ک اٹھے گی اور میں ڈالن وہ ستم پر ڈرہ بہر بھی رحمت کروں گی۔“

پھر وہ جوش میں بھری ہوئی بیٹھ گئی۔ ڈی کار ریکا کری کی پشت سے نکلا ہوا تجھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کمرے کی فضائ پر ایک بوجھل سی خدا ہوشی طاری کی ہو گئی تھی جس کا نتھر کو اپنے دل کی ہڑتکوں کی دھمک کنپیوں میں محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ ”جس لات لے آ۔“

پھر کئی گھنے تک ان کمزور میں باقی اڑاتے چھانئے ائے۔ لال نے لیا، ان بھروسے۔  
اس دو ران میں فریدی بہت زیلا و مشغول رہا اسکے سامنے الکٹن بھوسٹ برا نقش پھلا ہوا تھا  
جس پر وہ پسل سے نشانات لگا رہا تھا۔ ان نے کئی جارث بھی بنائے تھے جنہیں وہ ایک ایک  
کر کے چھاڑ کر پھیلتا جا رہا تھا۔ آخر کار وہ اللہ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دریک کچھ جو جنمادا پھر ایک  
سگار لٹکا کر اس کمرے میں آیا جہاں ذہنی گاریکا وغیرہ وغیرہ سے سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔

”میں اک دخانی کشی کا انتظام کرتے ہے جیسا ہوں گے“ فرمدی یعنے بھی سے کہا۔ ”تم اپنے انتظام مکمل رکھو۔“

”میں بھی چلوں۔“ حمید نے پوچھا۔

"تھیں.....!" فریدی نے کہا اور باہر نکل گیا۔

انور محسوس کر رہا تھا کہ ڈی گاریکا اور موٹا اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے چکچاتے ہیں۔ اس نے وہاں پیشنا منا جھشتہ مکمل رات آہستہ آہستہ بھیگتی جا رہی تھی۔ انور اکتا دیتے ہیں والی خاموشی سے بُنک آگیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ لاشوں اور سوکھی ہوئی بڑیوں کے ڈھانخے کے درمیان وقت گزار رہا ہے۔ حالانکہ اسے حیدر گل بھروس سے خدمتی کی یہیں اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کاش وہی اس قبرستانی قضا کا غیر کرو دیتا۔

ایک بجے فریبی واپس آیا تھا۔ کشی کا انتظام ہو گیا تھا اور اب رات عی رات وہاں سے رو گئی کی جو بزر پر غور کیا جا رہا تھا۔ آخر فریبی تھی کی رائے پر سب کو متمن ہونا پڑا۔ سامان ایک اٹیشن ویکن پر رکھا گیا اور وہ سب ساحل کو رو انہ ہو گئے۔

”تم آخر اتنے خاموش کیوں ہو۔“ انور نے حمید سے پوچھا۔

”تم لوگوں نے میری زندگی برپا کر دی۔“ حمید بسوار کر بولا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”فریبی صاحب کو مجھ سے ضد ہو گئی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”آخر بات کیا ہے؟“

”تمہیں اولیاری کی ڈھل میں لانے کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی۔“ حمید جھا کر بولا۔

”ظاہر ہے کہ اب رہوں کی سکراہیں بے جان ہو کر رہ جائیں گی۔“

”اوہ! یہ بات ہے۔ حمید تم بڑے ذیبوث ہو۔“

”کسی خوبصورت محورت کی زندگی سے بھر پور مسکراہٹ میری جنت ہے۔“

”تم خاصے احتیٰق ہو۔“ انور منہ بنا کر بولا۔

”اور مجھ سے بھی زیادہ احتیٰق تم ہو کہ ایک محورت ہی کے لئے موت کے من میں کوئے

جار ہے ہو۔“ حمید نے تنگ لمحہ میں کہا۔ انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ باہر پھیلے ہوئے اندر میرے میں گھور رہا تھا۔

## حمید کا عشق

بھریں سے جرالٹرک کے بھری سفر میں کوئی قابل ذکر واقعہ قیش نہیں آیا۔ آہستہ آہستہ رہوں اور ڈی گاریکا کی افسردگی دور ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران میں وہ سب ایک دوسرے سے کافی بے تکلف ہو گئے تھے۔ جرالٹرک پنج کر فریبی نے ڈی گاریکا سے وہ مقامات معلوم کئے جہاں

اس کے ملک کی خیری اجنبی کے افراد رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ اور حمید ڈاٹ نسٹ کی سراغ  
ری میں صروف ہو گئے۔

انور ڈی گاریکا اور رمنا کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ وہ محبوس کر دیا تھا کہ فرمت کے لمحات میں  
رمونا زیادہ تر غیر مستقل حرماں اور محلہ زری لڑکی ہے۔ لیکن وہ اس غلط فتحی میں ابھی تک جلا جھی کر  
حیدر چیخ زار روں کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

”لیکن مجھے اس پر بیچن نہیں کہ البرونو ٹپلے طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔“ رمنا نے انور سے کہا۔  
”میں بھلا اس کے تعلق کیا بتا سکتا ہوں۔“ انور نے کہا۔

”ہاں یہ میں بھی محبوس کرتی ہوں کہ البرونو ایک لاپرواہ آدمی ہے۔ شاید وہ بھی سوچتا ہی  
نہیں کہ دوسرا سے اس کے تعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ بعض اوقات میں ہو چکتی ہوں کہ وہ شاید  
کسی دوسری دنیا کا آدمی ہے۔ میں نے ابھی تک اس کے چہرے پر حسن کے آثار نہیں دیکھے۔  
حالانکہ اس سفر نے ہمارا کچھورناکال دیا ہے۔“

انور کچھ نہ بولا۔ رمنا تھوڑی دری بجد پھر کہنے لگی۔

”ڈاٹ نسٹ میری قوم کا بہادر ترین آدمی ہے۔ تھی زندگی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس کی  
حیرت انگریز ملازمتوں کے تعلق اپنا نے مشہور ہیں۔ مگر البرونو نے اسے بھی ٹکست دے دی تھی  
اور اب وہ اسے جان سے مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ڈاٹ انقریڈ ایک مشہور پہلوان ہے لیکن وہ  
ب محض البرونو کے خوف سے دم دبا کر بھاگ نکلے۔“

انور شیدہ کے تعلق گفتگو کرنے چاہتا تھا۔ اس نے رمنا کو دیکھ کر پوچھا۔

”تم اس سے پہلے بھی سی نور روموں سے مل چکی ہو۔“

”نہیں میں نے انہیں آج تک نہیں دیکھا۔“

”تو کیا اسے تمہارے جزیرے کا حکمران بنادیا جائے گا۔“

”ہاں.....!“

”لیکن تم اس کے لئے کیا بیوت پیش کر دیگی کہ وہ شہزادی روموں ہے۔ کیونکہ تمہاری قوم تو  
یہ جاتی ہے کہ وہ بچپن ہی میں قتل کر دی گئی تھی۔“

لے لے لے ”ہماری قوم اک ایک بہت بڑی شخصیت اسی رات سے ملتی ہے۔ تھا رانی کی پیشوا مقدمہ  
بپ پڑس.....!“

نہ دست ملے اور اگر حکم دقت آئے تو بھی جھٹا دیا تولے اور اسے سکوئی سلاسلی تسلیم کرنے پوچھا۔  
لے لے لے ”اوہ مقدمہ بیپ کو جھٹا دنے کی ہفت بیمن کر کے لائے تسلیم، ان اسی تسلیم سے دیکھ  
”یہ کھوارے عامہ بدلتے دینیں لگتی ہیں اور پھر اخراجوں کے مکمل سے اسکا نہ ہے مقدمہ  
بپ لے لے لے ایک اپوزیشن ہو جائے کہ خواتم اسے تمہارا سمجھنے لگیں۔“ رعنایا خاموش ہو گئی پھر حموزی دیر  
بعد بولی۔

لے لے لے ”میں اسی لئے قیادہ نہیں جانتی کوئی بات ضرور آہی جیسی تو میرا بسید جلد و جهد کر رہا  
جیلنے ہے اسی لے لے لے نہ دست ملے، ان لے لے لے کے دینے یا ان لے لے لے کے دینے ہے  
”ڈی، یہ گھٹکو ہوئی رہی جی کہ ڈی گاریکا آسکیتا اور اسے اپنے سوالات توہینہ شروع کر کے  
ڈی گاریکا خاموشی سے خدارہ پھر سکرا کر بولا۔“ جے یہ اسی لے لے لے نہ دست ملے  
”بیٹے اگر اس کے امکانات نہ ہوئے تو میں اتنی جدوجہد کوئی کر کے لائیں یہ کہون چاہتا کر  
لے لے لے جو کوئی حکومت پہنچنے نہ پہنچے ہی پکڑ لیا جائے دلیں اپنے ساتھ غیر ملکیوں کو کیوں  
لے لے لے جبکہ یہ حرکت بغاوت کے مترادف ہے۔“ لے لے لے نہ دست ملے  
”میں اپنی امکانات کے مختلف معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ دست نہ دست اس باب اس  
”رمومی کے جسم پر ایک ایسا نشان موجود ہے جو شاہی خاندان کے افراد کے طرازہ اور کسی  
کے جسم پر نہیں ہوئے۔“ ڈی گاریکا لئے کہا۔ لے لے لے نہ دست ملے

”اور بے اختیار نہیں ہو۔“

”ڈی گاریکا میں پچھنیں ہوں۔“ اور اسے کہا۔ ”مجھے حیرت ہے کہ البر فوجیں داش مند  
آدمی تھا۔“

”کیوں؟ میں تھا امطلب نہیں سمجھا،“ ڈی گاریکا خوشنوار بھی میں پلید کی۔“

”تھا۔“ ایک کہانیاں میں ہالی وہ کی کھلیا قلبیوں میں دیکھا چکا ہوں۔“ اور سکرا کر بولا۔ ”غائب  
ایک کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے شہنشاہ سلیمان کا تجز اور رائے ریلڈ کے ہوں کا پلاٹ جس میں

افریقہ کے خلاف اپنی کوارٹر میں کو ایک اپنی قطبی ملا جا جس کے سینے پر شایعی نشان تھا۔ ”بے ذمہ“  
 ۱۷) ”تمہاری کتبے انتقالی کی وجہ سے نہیں بھر سکتا۔“ ڈی گاریکا خلک سبھی میں بولا۔ ”حالانکہ  
 میں تمہارا نئے سامنے ہی شہزادی رہوں والی سٹول پہلا ہوا۔ اگر تم اسے سمجھتے ہو تو یہ خدا کہ وہ  
 میرے ساتھ جانے کیلئے کیوں تیار ہو گئی تھی۔ میرا اس کی ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“ بڑے  
 انور خاموش ہو گیا۔ اسے اپنی صفات پر غصہ آئے لگا۔ ڈی گاریکا نئے گاہوڑے کی بات  
 کی۔ اگر اونچی روشنی میں خداوندی تھی تو اس کا ایک غیر ملکی سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اسے افسوس ہو  
 رہا تھا کہ اس نے خواہ تو اس کے ذمہ گاریکا کو کبیدہ خاطر کر دیا۔ ”جس آپوں کے ہاتھ  
 پر ۲۸)

”مجھے افسوس ہے۔“ انور بھرائی ہوئی آواز میں بولاتے ”حالات لینے کے لیے جیش آمد ہے ہیں کہ جیرا داشت سوچنے کے لئے صلاحیت کوہ پڑھا ہے۔ اگر تیزی باقتوں سے تمہیں تکلیف پہنچی تو تو معافی چاہتا ہوں۔“

”نہیں ہیئے۔ کوئی بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اور تمہارے لئے بھی تکریم نہ ہوں۔ رومولی تمہیں کسی طرح پھر وہ اپنے خاپے ہے گی اور سمجھ کیا کرنا ہو گا۔“

"میں جاتا ہوں کہ کوئی غیر ملکی تمہارے جزیرے میں نہیں رہ سکتا۔" افواز نے کہا۔ "میں تو صرف ریشمکی زندگی کا خواہیں مدد ہوں گیں اسے دیکھتا جاتا ہوں اور مجھی لئے۔"

”تم نیک اور شریف آدمی ہو۔“  
”لیکن مجھے خوف ہے کہ وہاں فضیل اخلاقی باعثت ہی میں نیچم کر دے لے۔“ اور نے  
تو پہنچا کر بھی کہا، لیکن تھا آپ سے ملتا تھا کہ بپڑوں کے پیارے لیگائیں؟

”فیکن کون .....؟“ انور نے پوچھا۔

لے۔ ”چارا سکر ان فائیان کہلاتا ہے۔ روپولی فائگی کہلاتے گی۔ تیران آئی لینڈ کی تیری فائگیت ہاتھ پر بیٹھ رہی۔ یا بہلات از نیوی۔“ یہ لامبے

”تم نیشن کے پارلیمنٹ میں کیا کہدا رہے تھے؟ انور تھوڑی دیر خاموش راہ کر کر واپس آئے۔“  
”اُن ایک کچھ لامبا تھا کہ اُنہیں تم کے نیٹ ورک صرف شایدی خاموشان کے افراد پر جھلوکی

میں پائے جاتے ہیں اور نخت کے وارث کے پر جو نشان ہوتا ہے دوسرا نشانات سے ذرا مختلف ہوتا ہے۔ یہ نشان بچوں کی بیدائش پر ان کے سینوں پر ڈال دیتے جاتے ہیں۔ اس رسم کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شاہی بچے سن بلوغ کو کچھ سے پہلے دوسرا ممالک میں رکھے جاتے ہیں۔“

”لیکن فرضی نشان بھی تو بناۓ جاسکتے ہیں۔“ انور نے کہا۔

”یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ نشانات شاہی مہر کے ہوتے ہیں جو شاہی خزانے میں کافی احتیاط کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔“

”نشان ڈالنے کا طریقہ کیا ہے۔“

”یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔“ ڈی گاریکا آہستہ سے بولا۔ ”میں اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن رسم بہر حال رسم ہے۔ چاہے وہ دھیانہ کیوں نہ ہو۔“

”آخ.....!“

”بہت ہی غالمانہ طریقہ ہے۔ لوہے کی مہر گرم کر کے بچے کے سینے پر رانگ لگادیا جاتا ہے۔“

”اوہ.....!“

”رمونا نے اپنے ہونٹ اس طرح سکوڑ لئے چیزیں دے اُن دانے جانے والے مخصوص بچوں کی تکلیف خود اپنے سینے پر محسوں کر رہی ہو۔“

”تمہارا جزیرہ دنیا کا آٹھواں بجوبہ معلوم ہوتا ہے۔“ انور آہستہ سے بڑھا۔

ڈی گاریکا کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی اندرون دخل ہوا۔ اس کے پیچے حیدر تھا۔ اس نے آتے ہی انور کو گھومنا شروع کر دیا۔ انور کچھ گیا کہ رمونا کے پاس ٹھہرنا اسے کھل گیا۔

فریدی خاموشی سے ایک کرسی پر بینچا گیا۔ ڈی گاریکا اسے استھانیسے نظر دیں سے دیکھ رہا تھا۔ ”ڈی گاریکا۔“ فریدی نے اسے گھاطب کیا۔ ”تمہارے ملک کی ابھنی کے لوگ تمہاری ٹلاش میں ہیں۔ ڈان و سنت یہاں سے چلا گیا۔“ دو تین اور ایک بوڑھا مردیں جو یہاں بھی بیہوش تھا، کل چار گئے ہیں اور ڈان الفرید و سینہن رک گیا ہے۔ غالباً وہ تمہارا راست دیکھ رہا ہے۔“

”اوہ.....!“ ڈی گاریکا مختیاں بھیجن کر بولا۔ ”اپنے میں میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“

”یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ڈان ونسٹ وغیرہ میکیکو گئے ہیں۔ بہر حال یہ کچھ لوکہ کہ یہاں سے میکیکو کا راستہ ہمارے لئے تھدوش ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ راستہ بدلتا جائے۔“

”پھر کون سا راستہ اختیار کرو گے۔“ ڈی گاریکا نے پوچھا۔

”کیوں نہ ہم لوگ میکیکو کے بجائے جیکا جائیں۔“

”بھلا جیکا کیسے جا سکتیں گے۔ وہ برطانوی حکومت کا ایک حصہ ہے۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”یہ میں تھیک کرلوں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”جیکا سے ہم پھر وائلنگ کی طرف واپس آئیں گے اور وائلنگ سے بیران آئیں لیند.....!“

”اور اگر ڈان ونسٹ نکل گیا تو۔“

”یا تو وہ ہم سے پہلے نکل جائے گا یا ہم اس سے پہلے بھی جائیں گے۔ اس کے علاوہ تیری صورت ناممکن ہے۔“ فریدی نے کہا اور سگار سلاٹ نکا۔ ڈی گاریکا تھوڑی دریک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔

”تم تھیک کہتے ہو۔“

”مگر میری رائے اس سے مختلف ہے۔“ حمید نے کہا۔

فریدی کے علاوہ اور سب لوگ سوالی نظرؤں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”میرا خیال ہے کہ وہ بنیادی سے بولا۔“ پہلے ہم ٹمکٹو جائیں پھر وہاں سے ہونو لو لو کا سفر

کریں۔ اس کے بعد قطب جنوبی سے گزرتے ہوئے چشم ریسید ہو جائیں۔“

”بکومت.....!“ فریدی نے جیچ کر کہا اور حمید نے کہم جانے کی اتنی اچھی ایکٹنگ کی کہ

رمونا بے اختیار فس پڑی۔

ڈی گاریکا بھی جنہے لگا۔ فریدی پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رمونا ہاتھ انداخ کر بولی۔

”اچھا باتیں بند۔ ابھی ہم لوگوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔“

”شوچ سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن کھانا میں مٹکوایا جائے گا۔ ڈائیک ہال میں کھانا

ٹھیک نہیں۔“

"کیوں؟ ایک ہاں میں چھوٹے نہیں؟ ہم وہاں بینڈ بھی سمجھیں گے۔" رونا نے کہا۔  
ابد "البرتو کا خیال میک ہے۔" ڈی گاریکا بولا۔

"میں بینڈ سادوں گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی اسے پھر گھوڑے لگا اور حمید نے منہ پھیر لیا۔

پھر ڈی گاریکا نے دیش کو بلا کر کرے ہی میں کھانا لانے کے لئے کہا۔

کھانے کے دوران میں حمید نے طیقے شروع کر دیے۔ رونا ہر بات پر حق رہی تھی۔

"اس لوگ کی تحریت نظر نہیں آتی۔" اور نے فریدی سے ارادو میں کہا۔

"بھتی کیا بتاؤ۔" حمید کی یہ عادت میں آج تک نہ چڑرا سکا۔ عورت اس کی سب سے

بڑی کمزوری ہے۔ لیکن ایک بات ہے کہ حدود سے باہر قدم نہیں نکلا۔

"تم لوگ نہ جائے کس زبان میں گفتگو کر رہے ہو۔" ڈی گاریکا نے کہا۔ "مجھے ابھی ہوتی ہے۔"

"انور اپنی زبان میں کہ رہا ہے کہ اس کا دماغی توازن بگوتا جا رہا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے ہر طرح اطمینان دلانے کی کوشش کی ہے۔" ڈی گاریکا بولا۔

"میں بھی سمجھا رہا ہوں۔" فریدی نے کہا اور کھانے میں مشغول ہو گئے۔

کھانا حتم کرنے کے بعد ڈی گاریکا دوسرے کرے میں آرام کرنے کے لئے چلا گیا۔

بہت تھک گیا تھا۔ بچہ لوگ دیہن کافی پیتے رہے۔

فریدی نے ایک سگار نکال کر ہوتوں میں دبایا اور سکانے ہی جا رہا تھا کہ رونا نے اسے

چھپ لیا۔

"تم بہت کثرت سے سگار پیتے ہو۔" رونا نے کہا۔ "اب بیس۔ پچھرے خراب

ہوجاتے ہیں۔"

فریدی مسکانے لگا۔

"اور میرے پانچ کے حلق کی خیال ہے۔" حمید نے اپنا پانچ ہوتوں سے نکلتے

ہوئے کہا۔

"اس سے بھی پچھرے خراب ہو جاتے ہیں۔" رونا بولی۔ "لیکن اگر تمہارے پچھرے خراب بھی ہو گئے تو اس سے کوئی خاص نقصان نہ ہو گا۔"  
"کیوں.....؟" حمید متحیر ہو کر بولا۔

"تم ایک ناکارہ آدمی ہو۔ صرف باشیں بنا جانتے ہو۔" رونا فس کر بولی۔  
"اب زندگی بیکار ہے۔" حمید بیزاری سے بولا اور فریدی بے اختیار فس پڑا۔ انور بھی فس رہا تھا۔ شاید اس دوران میں وہ پہلی بار دل کھول کر ہٹا تھا۔  
حمید نے اپنی جیب سے راشی رومال نکالا اور اسے اپنی گردن میں چھپا کر دنوفوں سرے کھینچنے لگا۔

"تو یہ کیا کرنے لگے۔" رونا نے مسکرا کر کہا۔

"خود کشی۔" حمید کھٹی کھٹی سی آواز میں بولا۔ اس کا چہرہ حق سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں دنوفوں سے الٹی پڑھی تھیں۔

"عجیب دیوانے آدمی ہو۔" رونا نے کہا اور بڑھ کر اس کے دنوفوں ہاتھ پکڑ لئے۔  
"نہیں نہیں..... مجھے مر جانے دو۔"

"کیا فضول حرکتیں کر رہے ہو۔" رونا جھلا کر بولی۔

"مر بھی جانے دو۔" فریدی لاپرواہی سے بولا اور حمید رومال کے گوشے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔  
"اوہ! تو آپ اسیں دلچسپی لے رہے ہیں۔" حمید اردو میں بولا۔ "میں دستبردار ہوتا ہوں۔"  
"تم گدھے ہو۔" فریدی جھلا کر بولا۔ "مجھے پاگل کتنے نے کہا ہے کہ ہر لڑکی میں دلچسپی لینے لگوں۔ نہ جانے تمہارے دماغ میں کس قسم کے کیڑے کلبلاتے رہتے ہیں۔"

"میں احمد نہیں ہوں۔ میں محسوں کرتا ہوں کہ وہ آپ کی طرف جھک عریق۔"

"جھکنے دو۔" فریدی بیزاری سے بولا۔ "اس کے ٹکنے سے دنیا کا انتہا مل سکتا۔ میں الاؤاری سیاست بھی اپنی جگہ پر رہے گی۔ لیکن تمہیں فی۔ ب ضرور ہو جائے گا۔ دماغ ذرا مشندر کھو برخوردار۔"

"تو آپ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

”اے نہیں چھٹے نہیں۔“ فریدی دانت نہیں کر بولا۔

”شکر یہ میں آپ ہونے والے بان بچوں کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں۔“

انور کیلئے فنی ضبط کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ اٹھ کر بالکلونی میں چلا گیا۔ البتہ رمونا ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اس نے فریدی کو غصے میں دانت پیتے دیکھا تھا۔

”آخر بات کیا ہے؟“ رمونا نے تشویشاً ک لبھ میں پوچھا۔

”تم پر بھائی زبان نہیں سمجھتیں۔“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں بالکل نہیں سمجھتی۔“

انور رمونا کی آواز سختہ ہی کڑکی کے قریب آگیا تھا۔

”بات دراصل یہ ہے۔“ فریدی بولا۔ ”تم نے اسے ناکارہ کہہ کر اس کا دل توڑ دیا ہے۔

یہ کہتا ہے کہ میں واپس لوٹ جاؤں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ ناکارہ آدمی نہیں ہے۔ ابھی اس کے کارنے سے تمہاری نظرؤں سے نہیں گزرے۔ ایک بار یہ غصے میں ایک جنگلی ہاتھی کی دم پکڑ کر لک گیا تھا اور ہاتھی نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی تھی۔“

”میں نے تو مذاق میں کہا تھا۔“ رمونا نے مخدود طلب انداز میں کہا۔ پھر وہ حمید کو

مخاطب کر کے بولی۔ ”تم نہ امان گئے۔“

”پہلے نہ امان نہ کا ارادہ کر رہا تھا مگر اب نہیں۔“ حمید نے کہا اور پاس پہنچنے لگا۔

فریدی نے انور کو آواز دی۔ دونوں سفر کے متعلق گفتگو میں مشغول ہو گئے اور حمید رمونا کے ساتھ بالکلونی میں چلا گیا۔ فریدی نے اسے بھی مشورے میں شریک کرنا چاہا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر ارادہ ملتی کر دیا کہ فی الحال حمید کوئی قاعدے کی بات نہیں کر سکتا کیونکہ رمونا اس کے سر پر نہی طرح سوار تھی۔

حمد بالکلونی میں رمونا سے کہہ رہا تھا۔

”تم دنیا کی حسین ترین لڑکی ہو۔“

”اور تم بالکل کنگارو معلوم ہوتے ہو۔“ وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

”چلو میں کنگارو ہی سکی لیکن میں زندگی بھر تمہاری تعریف کرنا رہوں گا۔“

”کیا یہ حق ہے کہ تم ہاتھی کی دم پکڑ کر لٹک گئے تھے۔“

”ہاں سگر دہ ہاتھی مر دہ تھا۔“

”کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔“

”اے تم البرڈنؤ کی باتوں میں آئی ہو۔ وہ میرا مسٹرکٹ اڑا رہا تھا۔“

”لیکن ڈی سالٹ کو تو تم پکڑ کر لے گئے تھے۔“

”آخر جھیں پکڑ دھکڑا اور مار پھیٹ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے۔“ حمید نے جھنجلا کر کہا۔

”مجھے ٹھرا اور بے خوف آدمی اچھے لگتے ہیں۔ البرڈنؤ کی میرے دل میں بہت عزت ہے۔“

”اور میری.....!“

”تم نے کیا ہی کیا ہے۔“

”اچھا تو میں اب دکھادوں گا۔“ حمید اکٹر کر بولا۔

”کیا دکھادو گے۔“

”اپنی زبان.....!“ حمید نے کہا اور اپنی زبان نکال دی۔ رمنا خس پڑی۔

”تمہاری باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔“

”تو ہم دونوں جھیں اچھے لگتے ہیں۔“

”میں نے یہ تو نہیں کہا۔“ رمنا جلدی سے بولی۔ ”تم بڑے شیطان معلوم ہوتے ہو۔“

”بڑا نہیں چھوٹا کہو۔ بڑا شیطان تو البرڈنؤ ہے۔“

”میں تم دونوں کی عزت کرتی ہوں۔ اچھا مجھے البرڈنؤ کے بارے میں بتاؤ۔“

”کیا بتاؤ۔“ حمید خندی سانس لے کر بولا۔ ”وہ تمہاری ذرہ برا بر بھی پروادا نہیں کرتا۔“

”تم پھر بیکنے لگے۔ میں تم سے یہ کب پوچھ رہی ہوں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس سے

مجبت کرنے لگی ہوں۔“

”قطی نہیں.....قطی نہیں۔“ حمید سر ہلا کر بولا۔ ”مجبت تو تم مجھ سے .....!“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ رمنا نے جھلا کر کہا اور کمرے میں چلی گئی۔

حمدی اس طرح آسان کی طرف دیکھنے لگا جیسے چرخ کچ رفتار کو مکونس رسید کر دے گا۔

## ایک دشمن

دوسرے دن صبح وہ لوگ ایک ائیر پر جیکا کے لئے روانہ ہو گئے۔ ڈی گاریکا جیکا جانتے کی مخالفت کر رہا تھا۔ لیکن فریدی نے اس کی ایک نہ سی۔ ڈی گاریکا کی پریشانی کا باعث دراصل یہ چیز تھی کہ اس کا پاسپورٹ صرف میکیکو ہجک کا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی جیکا میں کس طرح اتر سکتا تھا۔

”تم ڈرو نہیں۔“ فریدی نے اس سے کہا۔ ”تمہاری حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ تم دیکھنا کر میں جھیس کس صفائی سے نکال لے جاتا ہوں۔“

ڈی گاریکا اس جواب سے مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن انور کے لئے اس ابھاں کی تفصیل جاننی ضروری تھی۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی ان لوگوں کو جیکا کس طرح لے جائے گا۔ لہذا اس کے ہر یہ استفسار پر فریدی کو بتانا ہی پڑا۔

”جرمن سامنہ داں ولین ٹے کی جاہ کن ایجاد پر سے پرداہ اخنانے کے سلطے میں میری کچھ اور پوزیشن ہو چکی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اب دولت مشترک کے سارے ممالک میں بخیر کسی دشواری کے داخل ہو سکا ہوں۔ میں نے جیکا میں پیش آنے والی دشواریوں سے متعلق اسپکٹر براؤن کو ایک کیبل روانہ کیا تھا جس کا جواب آگیا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کی طرف سے جیکا کے ہجھ سراغ رسالی کو ہمارے متعلق اطلاع دے دی گئی ہے لہذا ہاں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔“

انور مطمئن ہو گیا۔ ڈی گاریکا بھی کچھ پر سکون نظر آرہا تھا۔ کیونکہ وہ البروفو کی غیر معمولی قوتوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔

ائیر پر مسافروں کی کثرت نہیں تھی کیونکہ وہ ائیر دراصل تجارتی سامان بار کر کے جیکا کیلف جا رہا تھا۔ عرش پر تو ایک تنفس بھی سفر نہیں کر رہا تھا۔ سارے مسافر کی بنوں میں تھے۔ موسم تھیک ہونے کی وجہ سے سمندر میں تموج نہیں تھا۔ لہذا ائیر سبک روی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔ دن بھر یہ لوگ اپنے کی بنوں میں رہے اور شام کو ریستوران میں اکٹھا

ہو گئے۔ لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پانچ بجے کے قریب وہ ریستوران میں آیا۔ کسی محیث کران کے قریب بیٹھ گیا۔

”اب تم لوگ مجھے البرڈونو کہہ کر مخاطب نہ کرنا۔“ وہ آہستہ سے بولا۔

”کیوں؟“

”ڈاں الفرینڈ جہاز پر موجود ہے۔“

”ارے.....!“

”ہاں اس نے ڈاہمی لگا رکھی ہے۔ لیکن میں اسے اچھی طرح پہچان گیا ہوں۔“

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک باور دی قسم کا بار لش آدمی ریستوران میں داخل ہوا۔

”ہاں تو صاحبان.....!“ فریدی بلند آواز میں بولا۔ ”آپ لوگوں کوں کر بڑی خوشی ہوئی مجھے اپنی اور اپنی باشندوں سے عشق ہے۔ میرے ساتھی نے آپ لوگوں کی بڑی تعریف کی ہے۔“

آنہاں نے ڈیگاریکا پر ایک اچھتی سی نظر ڈالی اور قریب کی ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ آنہاں نے اپنے ساتھی کی طرف کی بھی کمی کی طرح کی پاتیں کرتا رہا۔ بہر حال وہ آنے والے پر یہ ظاہر کرنا فریدی بلند آواز میں بھی کمی طرح کی پاتیں کرتا رہا۔

چاہتا تھا کہ وہ ڈی گاریکا سے جہاز پر واقف ہوا ہے۔

وختا آنے والے کی نظر میں انور کی طرف اٹھ گئیں جو اولیاری کے بھیں میں تھا۔ وہ بے اختیار چمک پڑا۔ پہلے اس کے ہونٹ تھوڑے سے کھلے پھر آنکھیں پھیل کر رہ گئیں۔ چند لمحے تک ایسی حالت میں رہا پھر قریب بیٹھنے ہوئے لوگوں نے اس کی کری کی چیز اہٹ کی آواز سنی اور وہ لمبر اک فرش پر آ رہا۔ چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور اس کے گرد بھیڑ لگ گئی۔

”انور“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”اپنے کہیں میں جاؤ..... اور اس وقت تک باہر نہ لکنا

جب تک میں نہ آ جاؤ۔“

انور چلا گیا۔ ڈی گاریکا وغیرہ جیوانی سے فریدی کی طرف دیکھنے لگے۔ فریدی بھیڑ ہٹا کر

ہوش آدمی کے قریب پانچ چکا تھا۔

”ہٹ جاؤ..... ہٹ جاؤ۔“ وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”مقدس باب پیش ہو گئے ہیں۔ لڑکے

ایک گلاں پانی لاو۔“

وپر لپک کر پانی کا گلاس لایا۔ فریدی نے اس کے گلے میں لکھی ہوئی سلیب کو نہادت احترام کے ساتھ اس کے بینے پر رکھ دیا اور گلاس لے کر اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پادری کو ہوش آگیا۔ فریدی نے اسے سہارا دے کر بخدا دیا۔

”مقدس بابا! اب طبیعت کیسی ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں۔“ پادری چاروں طرف دیکھ کر گھبرائے ہوئے بجھے میں بولا۔

”اچھا تو اٹھئے آپ بہت نحیف معلوم ہو رہے ہیں۔“ فریدی اسے اٹھا کر اپنی میز کے قریب لایا۔ سب مجھے گئے۔ رہونا انور کی کرسی پر مجھے جا رہی تھی مگر فریدی نے اسے دوسرا کری پر مجھے کا اشارہ کیا۔ انور کی کرسی خالی ہی رہی۔

پادری بار بار خالی کری کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”مقدس بابا! آپ بہت نحیف معلوم ہو رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”براثری ملکواؤں۔“

”نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے اختلاج قلب کے دورے پڑتے ہیں اس وقت بھی دو رہے ہی پڑا تھا۔“

فریدی نے اس پر افسوس ظاہر کیا۔

پادری تھوڑی دیر چک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہنے کے بعد انور کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”یہ کہاں گیا۔ تم سب سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔“

”کون.....؟“ فریدی چوک کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کری پر کوئی نہیں تھا۔“

پھر اس نے رہونا کی طرف جواب طلب نظر وں سے دیکھا۔

پادری کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پیدا ہوئے لیکن اس نے جلدی اپنی حالت پر قابو پالیا۔

”ہو گا..... ممکن ہے مجھے دھوکہ ہوا ہو۔ بہر حال آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔“ بقیہ سفر آرام سے کٹ جائے گا۔“

”ہم ہر حال میں خدمت کے لئے تیار ہیں۔“ فریدی قدرے جھک کر بولا۔ ”یہی تھوڑی گاریکا ہیں۔ یہی نور رہوں۔ یہ میرا سماجی حمید یوف ہے اور میں فرید یوف۔“

"تم دونوں روکی ہو۔" پادری نے پوچھا۔

"جی ہاں..... لیکن ہم رومن کی تھوڑک بیس۔" فریدی نے کہا۔

"ہم دونوں پر آسمانی باپ برکتیں نازل کرے۔" پادری نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔

"ان دونوں کے لئے شگون کی دعا کیجئے۔" فریدی نے ڈی گاریکا اور رمنا کی طرف

اشارہ کر کے کہا۔ "ڈی گاریکا کا بیٹا اس سفر میں اچانک ان سے ہیئت کے لئے جدا ہو گیا۔"

"کہاں.....؟"

"بندستان میں..... اور اب یہ میکیکو جا رہے ہیں۔"

"میکیکو.....!" پادری نے حیرت سے کہا۔ "مگر یہ جہاں تو جیکا جا رہا ہے۔"

"یہ ہسپانخلا کی بندراگاہ آپنس پر اتریں گے۔ پھر ہاں سے میکیکو جائیں گے۔"

"بڑا چکر پڑ جائے گا۔" پادری نے تشویش ڈاک لجھے میں کہا۔

"کیا کیا جائے۔" فریدی غم انگیز لجھے میں بولا۔ "میری ان کی ملاقات اسی جہاں پر ہوئی

ہے۔ ان کی دلکھبری کہانی سکر بڑا افسوس ہوا۔ بات یہ ہے کہ لڑکے کی ماں ہسپانخلا میں ہے یہ

اسی خبر ڈاک کے یا تار کے ذریعہ نہیں سنانا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" پادری نے کہا۔ "بڑا افسوس ہوا۔ خدا انہیں صبر دے۔"

تحوڑی دریک خاموشی رسی پھر پادری اٹھتا ہوا بولا۔

"اچھا میرے بچو! آسمانی باپ تمہاری حفاظت کرے۔"

"آپ کمزوری محسوس کر رہے ہوں گے۔" فریدی نے کہا۔ "چلنے میں آپ کو کہیں سک

پہنچا دوں۔"

پادری نہیں نہیں کرتا رہا۔ لیکن فریدی نے سہارے کے لئے اپنا ہاتھوں ہی کر دیا۔ پادری

کو اس کے کہیں سک پہنچا کر فریدی لوٹ آیا۔ ڈی گاریکا متاخر تھا۔ اس نے حید کو بلا کر کچھ

ہدایتیں دیں پھر حیدر استوران سے چلا گیا۔

"یہ سب کیا تھا۔" رمنا بے صبری سے بولی۔ "افور کہاں گیا۔"

"تم بتاؤ۔" فریدی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کے ہوتھوں پر شرات آمیز

مکراہٹ چیل رہی تھی۔

”میں کچھ نہیں سمجھی۔“

”مقدس بابا اپنے انور کو اولیاری کا بھوت سمجھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔“

”اوہ! تو وہ ڈان انقریڈ و تھا۔“ ڈی گاریکا اچھل کر بولا۔

”ہاں.....!“

”اس نے انور کو جمع تم نے بھوت بنا دیا۔“ رمنا اپنی بُڑی ضبط کرتی ہوئی بولی۔

”اور اب میں نے انور کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ فی الحال اپنی اصل صورت میں آجائے۔

ڈان انقریڈ و تھی طرح خائف ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ آج اپنے ساتھیوں کو واڑیس کے ذریعے پیغام سمجھنے کی کوشش کرے۔ میرا ساتھی اس کی سمجھانی کر رہا ہے۔“

ڈی گاریکا کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پائے جا رہے تھے۔ رمنا پر بھی اس کے باپ کی بدلتی ہوئی کیفیت نے نہ اٹھ ڈالا۔

”تم خاموش کیوں ہو گئے۔“ فریدی فس کر بولا۔ ”میں اس کے چھوڑے ازا دوں گا۔“

”ممکن ہے وہ تنہا ہو۔“ ڈی گاریکا نے فکر مند لمحے میں کہا۔

”اوہ چھوڑ دیجی۔“ فریدی سگار نکال کر ہوتوں میں دباتا ہوا بولا۔ ”تم کچھ تھکے تھکے سے نظر آ رہے ہو۔ جا کر آرام کرو۔ میرا ساتھی انقریڈ و پر کڑی نظر رکھے گا۔ تھوڑی دیر بعد انور بھی اپنا کام شروع کر دے گا اور ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ انقریڈ تنہا ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہیں۔“

تھوڑی دیر بعد ڈی گاریکا بھی اپنے کینہن کی طرف چلا گیا۔

”رمونا تم بھی ڈر رہی ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں میں باپ کی وجہ سے فکر مند ہوں۔“

”تنھی بُڑی تھارے اندیشے فضول ہیں۔ ہنسو، مسکراو، قیچیہ لگاؤ۔ زندگی اسی کا نام ہے۔“

”میں فس تو رہی ہوں۔“ رمنا کے ہوتوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ چیل گئی۔

”تمہاری گفتگو عکر میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم بہت دلیر ہو۔“

"میں دلیر کہاں ہوں؟"

"خیر..... تم اپنے من سے تو اپنی تحریف کر دے گے نہیں..... مگر.....!"

وہ کچھ اور کہتا چاہتی تھی کہ حمید آگیا۔

"کیوں تم کیوں چلے آئے؟" فریدی اسے گھور کر بولا۔

"آپ مزے کریں اور میں دھکے کھاؤں۔" حمید نے اردو میں کہا اور بینٹ گیا۔ "اب ڈیوبٹی بدل جائے تو اچھا ہے۔ آپ جا کر اس الفریڈ کے پیٹھے کوتا کئے اور میں آپ کے فرائض انجام دوں گا۔"

فریدی اسے قہر آلو نظروں سے گھور رہا تھا۔ "بیہودے" وہ آہستہ سے بڑھ لیا۔

"تم اپنی طرح مجھے بھی سمجھتے ہو۔ کسی دن کسی عورت ہی کے ساتھ مارے جاؤ گے۔"

"کیا بات ہے؟" رمنا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.....!" حمید نے پس کر کہا۔ "ذرا الفریڈ کے پیٹ میں درد اٹھا ہے ان سے

کہہ رہا ہوں کہ جا کر کوئی اعلیٰ قسم کا چورن تجویز کر دیں۔"

"نمیک سے تناولتا.....!" رمنا نے کہا اور فریدی اٹھ کر چلا گیا۔

"چھوڑ دیجی..... الیرون پر خون کی پیاس سوار ہے۔ چلو عرش پر چلیں..... اس وقت ڈوپتا ہوا سورج بڑا حسین لگ رہا ہو گا۔"

تحوڑی دیر بعد رمنا عرش پر جہاز کی رینگ سے لگی ہوئی حمید سے کہہ رہی تھی۔

"الیرون کبھی آدمی معلوم ہوتا ہے اور کبھی کچھ اور۔ جب وہ ڈان الفریڈ کو سہارا دینے جا رہا

خاتون مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی خانخوار بھیڑ یا کسی بکری کے پیچے کو سہارا دینے جا رہا ہو۔

نہ جانے کیوں میں نے چیخ چیخ اس کی آنکھوں میں خون کی پیاس دیکھی تھی۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" حمید پس کر بولا۔

دونوں کافی دیر تک عرش پر کھڑے رہے پھر رات کی سیاہی نے دیوبیکر موجودوں و آہستہ

آہستہ خوفناک بنا دیا۔ ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی۔ جہاز سے ٹکرانے والی لمبیوں کی ہلکی ہلکی بوچھاڑ

ان کے چہروں پر نمیں بکھر نے لگی تھی۔ وہ اپنے کیبنوں کو لوٹ آئے۔

رات ڈھلتی گئی۔ بے کراس نائٹ میں لہروں کا شور اور الجن کا زنا گونجا رہا۔ فریدی حید اور انور ابھی تک جاگ رہے تھے۔ فریدی ڈان الفریڈ کے کیبن کے قریب، یار سے چپا کمڑا تھا۔ حید اور انور عرش پر ریلینگ کے قریب اندر میں چلتی تھیں۔

تحوڑی دیر بعد دو آدمی جن کی صورت میں اندر میں چھپائی نہ جاتھیں؛ ان الفریڈ کے کیبن کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ چند لمحے اندر میں ادھر ادھر دیکھتے رہنے کے بعد انہوں نے دروازے کو آہستہ سے مکھٹا لایا۔ کسی نے دروازہ کھولا اور وہ اندر چلے گئے۔ پھر اندر سے بھلی بھلی سرگوشیوں کی آوازیں آنے لگیں۔

دروازہ مکھلا دو آدمی اندر سے نکلے۔ پھر تیرے نے انہیں روک کر آہستہ سے کہا۔

"تم انہیں صرف میں منت تک باقتوں میں الجھائے رکھنا۔"

"دونوں پھر اندر میں گم ہو گئے اور تیرا اندر چلا گیا۔ انور اور حید ان کے پیچے لگ گئے تھے۔ فریدی بدستور کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ پھر مکھلا اور ایک آدمی نکل کر آہستہ کیبنوں کی طرف بڑھنے لگا۔ فریدی ریلینگ کے سہارے ریکھ رہا تھا۔ پراسرار سایہ ڈال گاریکا کے کیبن کے قریب رک گیا۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ ڈی گاریکا نے اپنے کیبن کی روشنی کیوں نہیں بجھائی؟ کیا وہ دونوں ابھی تک جاگ رہے ہیں۔"

وہ آدمی تھوڑی دیر تک کیبن کے دروازے پر جھکا رہا۔ شاید وہ تالے کے سوراخ سے اندر کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ دوسرے لمحے میں فریدی کیبن کے دروازے پر بیچنے چکا تھا۔ ڈی گاریکا اور رمنا روشنی گل کئے بغیر ہی سو گئے تھے۔ فریدی نے پہلی ہی نظر میں ڈان الفریڈ کو بچھان لیا۔ اس وقت پادری کے بھیس میں نہیں تھا۔ اس کے اٹھے ہوئے داہنے ہاتھ میں ایک خجرا چک رہا تھا۔ اس نے بھلی کی سرعت کیا تھی بایاں ہاتھ ڈی گاریکا کے منہ پر رکھا اور قبل اس کے داہنہ ہاتھ بھی استعمال کرتا فریدی کا بایاں ہاتھ اس کے مت پر پڑا اور داہنہ ہاتھ خجرا والے ہاتھ پر۔ ڈی گاریکا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ڈان الفریڈ و فرش پر فریدی کے بیچنے کے بیچنے دبا ہوا تھا۔ اتنے میں رمنا بھی جاگ پڑی۔

"خاموش... خاموش.....!" فریدی آہستہ سے بولا اور رمنا کی بیچنے ہونوں میں دب کر

رہ گئی۔ ڈاں انقریڈ و فریدی کی گرفت سے ٹکل جانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

”روشنی گل کر دو۔“ فریدی پھر بولا۔ ”ڈی گاریکا نے ہڑھ کر سونچ آف کر دیا۔ ڈاں انقریڈ و اپنے متر سے فریدی کا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریدی نے اسے اپنی کمر پر لاد لیا اور تیزی سے باہر نکلا۔ ڈی گاریکا اور رمنا بھی اس کے پیچے تھے۔ رینگ کے قریب پہنچ کر فریدی جھکا۔ یہاں پھر دونوں میں جدوجہد ہونے لگی اور پھر دوسرے ہی لمحے فریدی خالی ہاتھ کھڑا تھا۔

”پھیک دیا۔“ تم نے اسے پھیک دیا۔ ”رمونا زور سے جھنگی۔ فریدی جھپٹ کر اس کے قریب آیا۔

”بیوقوفِ الحق۔“ اس نے آہت سے جلاعے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”چپ رہو۔ چلو بھاگ چلو۔ جلدی کرو۔ قدموں کی آہنی سنائی دے رہی ہیں۔“  
وہ بچوں کے بل کیبین میں کھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”تم نے بہت رُما کیا۔“ فریدی نے آہت سے رمونا سے کہا جو اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی۔

”غلطی ہوئی۔ غلطی ہوئی۔ البر و نو اگر تم نہ ہوتے۔“ اس کی آواز گستگی اور اس کے ہونٹ فریدی کی پیشانی سے جا گئے۔

”بیوقوفِ بُرکی۔“ فریدی یک بیک پیچے ہٹ کر بولا۔ ”ہوش میں رہو۔ ہوش میں۔“  
”کیا بات ہے۔“ ڈی گاریکا نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ رمونا نے کہا۔ ”میرا سر چکرا رہا ہے۔“

تحوڑی دیر بعد باہر پھر سناتا چھا گیا۔ صرف لمبڑوں کا شور سنائی دیا۔ فریدی نے آہت سے دروازہ کھولا اور باہر نکلتے ہوئے ان سے کہتا گیا۔ ”اب چپ چاپ سور ہو۔“  
اپنے کیبین میں واپس آ کر وہ انور اور حمید کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ان دونوں آدمیوں کے مشتعل سونچ رہا تھا۔

تحوڑی دیر بعد دنوں واپس آگئے۔

”وہ دنوں رات کی ڈیوبنی والے عملہ کو باتوں میں لگائے رکھنے کے لئے گئے تھے۔“ حمید نے کہا۔

”اب وہ کہاں ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”شاید سندھ کی گھرائیاں ناپ رہے ہوں گے۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”شباش.....!“ فریدی جوش میں اٹھتا ہوا بولا۔

”ہم ان کے پیچھے لگے رہے۔“ انور نے کہا۔ اور جب وہ ڈان انقریڈ کے کیمین کی طرف پھر واپس آئے تو ہم ان پر ٹوٹ پڑے اور پھر..... حمید کے منع کرنے کے باوجود میں نے انہیں پھیک ہی دینا مناسب سمجھا۔“

”انور میر اسچا شاگرد ہے۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کیوں آپ مت من کیوں کر رہے تھے۔“

”میں سمجھا تھا شاید آپ ان سے محبت کرنا پسند کریں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

”خود اعتمادی پیدا کرو برخوردار..... کب تک مجھ سے پوچھ پوچھ کر کام کرتے رہو گے۔“ فریدی نے کہا۔

”ڈان انقریڈ کا کیا ہوا۔“ انور نے پوچھا۔

”وہ اپنے ساتھیوں کی پیشوائی کیلئے پہلے ہی روانہ کر دیا گیا۔“ فریدی نے کہا اور سارا واحدہ را کر بولا۔ ”اب ہمیں اس طرح سورہنا چاہئے جیسے ہم ربنا پتے ناپتے کافی تھک گئے ہوں۔“

## دو شواریاں

”میں نے البرتو کی مدد حاصل کر کے غلطی نہیں کی تھی۔“ ذی گاریکارہونا سے کہہ رہا تھا۔ ”لیکن میں آج بھی متھیر ہوں کہ وہ اپنی جان خطرے میں کیوں ڈال رہا ہے۔“ بخشن اس لئے کہ

ڈاں دنسٹ نے اس کی توہین کی تھی۔ یہ بات کسی طرح مطلق سے نہیں اترتی۔ آج کی دنیا میں ایسے لوگ نہیں ملتے جو صرف توہین کا بدلہ لینے کے لئے اتنی دردسری مول لیں۔“  
”کچھ بھی ہو۔“ رہوتا نے کہا۔ ”لیکن مجھے البرونو کی نیت میں کسی قسم کا فتوخ نہیں معلوم ہوتا۔ یہ بات ضرور ہے کہ وہ حدود جو پراسرار ہے۔“

حید انور اور فریدی باد بانی کشتی کے دوسرے سرے پر بیٹھے بادبانوں کو ہوا کے رخ پر لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جیکا سے وہ والنگ آئے تھے اور اب والنگ سے منزل مقصود کی طرف جا رہے تھے۔ ڈی گاریکا کو حیرت تھی کہ آخر البرونو نہیں پاسپورٹ کے بغیر کس طرح سفر کراہا ہے۔ اس نے فریدی سے اس کے متعلق پوچھا بھی تھا جس کا اس نے کوئی تشریف بخش جواب نہیں دیا۔

والنگ سے وہ سیر و شکار کے بھانے روانہ ہوئے تھے۔ اس مقصد کے لئے فریدی نے ایک بڑی باد بانی کشتی چالیس پونٹ کے عوض خریدی تھی۔ جس پر ضرورت کا سارا سامان بار تھا۔ اس وقت ہوا موافق تھی اور کشتی بیرن آئی لینڈ کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ایک کر کے ستارے ڈوب چلے اور افق میں اجائے کی ایک چلی کی لکیر ابھر رہی تھی۔ ہوا میں نرم روی اور لطیف سی خلکی تھی۔ باد بان ٹھیک ہو جانے کے بعد فریدی چت لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کی ادھ کھلی آنکھیں افق میں ابھرتی ہوئی روشن لکیر پر جمی رہی تھیں۔

” ہے ہے.....!“ وہ انور کی طرف کروٹ لے کر بولا۔ ” بعض اوقات میں جوش کی تغیری

کا قائل ہو جاتا ہوں کیا شعر کہہ دیا ہے ظالم نے۔

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت کے لئے

اگر رسول نہ ہوتے تو صحیح کافی تھی

” اوہ.....!“ حید طنزی بچھے میں بولا۔ ” آپ کو بھی شعرو شاعری سے چھپی بیدا ہو گئی۔“

پھر اس نے مخفی سانس لے کر رہوتا کی طرف دیکھا جو چلو میں پانی لے لے کر اچھا

رہی تھی۔

فریدی کے ہوتوں پر مسکراہٹ تھی۔

"جید کی چیز ابھت سے لطف اندر ہونا چاہتے ہو۔" اس نے آہستہ سے انور سے پوچھا۔  
انور پہنچنے لگا۔

"رمونا.....!" فریدی نے آواز دی۔

"کون.....؟" رمونا چوک کر بولی۔ "البرتو کیا تم نے کچھ کہا۔"  
"ہاں کیا چائے پلاو آگئی۔"

"تم نے کہا کب تھا۔ ابھی لو۔" رمونا اپنی جگد سے ثقیٰ ہوتی بولی اس کے لمحے میں پار تھا۔ جید نے اپنے منڈ پر پانی کے چھینٹے مارنے شروع کر دیئے۔

"کیا وضو کر رہے ہو۔" فریدی نے اسے چھیڑا۔

"میں نہیں..... آپ کے لئے چلو بھر پانی حلاش کر رہا ہوں۔" جید جل کر بولا۔

"جھمیں نہیں ملے گا کیونکہ تمہاری آنکھ کا پانی مر چکا ہے۔" فریدی نے کہا اور انھ کر بیٹھ گیا۔

پھر انور کو مخاطب کر کے بولا۔ "مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رمونا مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔"  
جید کچھ نہ بولا۔

"جید تو کہہ رہا تھا کہ وہ اس پر ہزار جان سے باقا مدد عاش ہو گئی ہے۔" انور نے کہا۔

"اچھا تو آپ کا بھی دماغ خراب ہوا۔" جید پلٹ کر بولا۔

انور کچھ کہنے لی چارہ تھا کہ رمونا نہیں کے قرب اسٹوپ اخالاٹی۔

"ذرا دیکھنا تو۔" وہ جید کی طرف مڑ کر بولی۔ "اسٹوپ کام نہیں کر رہا ہے۔"

"ادھر لاو.....!" فریدی بولا۔

"کیا پھر اس کے دماغ کی کوئی رگ بگڑ گئی؟" رمونا نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں میں نے اس سے شرعاً لگائی ہے۔"

"کسی شرط۔"

"میں کرم اسے چائے نہیں دیں کرو گی۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "کہتا ہے کہ یہ  
ناممکن ہے۔"

"اچھا تو واقعی میں اسے چائے نہ دوں گی۔"

”ٹھکریے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اس طرح میں جیت جاؤں گا اور پھر اس سے پندرہ پونٹ  
وصول کر لینا میرے باہمیں ہاتھ کا کام ہو گا۔“

”پندرہ پونٹ.....!“ رمنا حیرت سے بولی۔ ”اتی بھی شرط۔“

”روئی شہزادہ ہے نا..... بھلا اس کے لئے پندرہ پونٹ کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ اس کا باپ  
روس سے کافی دولت لایا تھا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اسے ایک قطرہ بھی نہ دوں گی۔“ رمنا جس کر بولی۔

حید انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن ان کی گنتگو نہ سن سکا۔ فریدی نے اسٹوپ جلا دیا اور  
اب رمنا چائے کے لئے پانی رکھ رہی تھی۔

تحوڑی دری کے بعد حید کو جمع تاؤ آگیا کیونکہ رمنا نے اس کی طرف توجہ نہ دی  
تھی۔ حید کے علاوہ اور سب چائے پی رہے تھے۔

ڈی گاریکا کو ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ اس نے رمنا سے پوچھا کہ اس نے اسے چائے  
کیوں نہیں دی۔

”آج اگست کا پہلا اتوار ہے نا۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”آج یہ کسی عورت کے ہاتھ سے  
کوئی چیز قبول نہ کرے گا۔“

حید نے اسے گھوڑ کر دیکھا لیکن انور بولتا رہا۔ ”یہ اس کے خادمان کی پرانی رسم ہے۔ بہت  
پرانی۔“

ڈی گاریکا نے فریدی کی طرف دیکھا۔

”انور جمع کرتا ہے۔“ فریدی چائے کی پیالی رکھ کر سارے لگاتا ہوا بولا۔

حید کا غصہ کافور ہو گیا۔ وہ بُری طرح جھینپ رہا تھا۔ اس کا اوپری ہونٹ غیر ارادی طور پر  
کپکپانے لگا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی سب کے سب اس کی حالت پر نہیں پڑیں  
گے۔ آخر وہ بھی کڑا کر کے اٹھا خود ہی چائے بنائی اور پینے لگا۔

”لاؤ اب نکالو پندرہ پونٹ.....!“ رمنا اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

”میں مذاق کے سوڈ میں نہیں ہوں۔“ حید نے منہ بنا کر کہا۔

”ہٹاؤ جانے دو.....!“ فریدی سنجیدگی سے بولا۔ ”ورنہ رو دے گا۔ میں نے پھر دہ پوٹھ

معاف کر دیئے۔“

”واہ شہزادے صاحب۔“ رمونا حمید کے چہرے کے پاس انکلی نچا کر بولی۔ ”ساری

شراحت رخصت ہو گئی۔“

حمید نے جھلا کر چائے کی پیالی پختہ دی اور کیبن میں گھس گیا فریدی اور انور بے اختیار ہس

پڑے۔

”واقعی آپ نے کمال کر دیا۔“ انور نے کہا۔ ”یہ حضرت.....!“

”کیا بات تھی۔“ رمونا نے انور سے پوچھا۔ انور نے سارا واقعہ دہرا دیا اور رمونا بھی ہس

پڑی۔ کشتی کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ یہاں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے جزیروں کا

جال سا پھیلا تھا۔ اس لئے تموج زیادہ نہیں تھا۔

سر پھر کو انہیں بیرن آئی لینڈ کے آثار دکھائی دینے لگے۔ جزیرہ کچھ عجیب سالگ رہا تھا۔

دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بزرگ کی ڈیبا پر بجورے رنگ کا ڈھکن چڑھا ہوا ہو۔

”وہی ناقابل عبور چنانیں ہیں۔“ ڈی گاری کا نے کہا۔ ”ان کے گرد گھنے جگل ہیں اور ان

کے درمیان میں ہماری بستیاں۔ یہ چنانیں بظاہر نکل معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اوپر بھی جگل

ہیں گھنے اور خوفناک۔“

فریدی انور اور حمید نے اپنی دور بینیں نکال لی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ جزیرے سے قریب ہوتے گئے۔ سمندر جزیرے میں دور نکل گھٹا چلا گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنی کشتی روکی تو وہ گھنے جنگلوں کے درمیان میں تھے۔

وہ صرف ضروری سامان اور میگزین کی وافر مقدار اپنے ساتھ لائے تھے۔ کشتی کے بادبان کھو لے گئے اور تحری پاٹی ووڈ کا فولڈنگ کیبن تہہ کر کے کشتی سمیت کھنی جہاڑیوں میں چھپا دیا گیا۔ انور ڈی گاری کا اور حمید نے سامان کے تھیلے لادے۔ کانڈھوں پر رانفلیں لٹکائیں اور چل پڑے۔ رمونا کے ہاتھ میں کھانے کی جہاںی تھی۔

”لااؤ یہ مجھے دے دو۔“ حمید نے کہا۔ اس کا موڈ نھیک ہو گیا تھا۔

"نہیں..... تم پر یونہی کئی گذھوں کا بوجھلا ہوا ہے۔" رہمنا بولی۔

"خیر چلو ایک گدمی..... ارے اف۔" حمید نے اپنا منہ دبایا اور پھر ہکلانے لگا۔ "میرا..... مم..... مطلب.....!"

"نہیں نہیں کہ لو..... گدمی بھی کہ لو۔ مجھے نہ انہیں معلوم ہوا۔" رہمنا نے کہا۔

"غلطی ہوتی کیا بتاؤ۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر محبت سوار ہوتی ہے تو میں بالکل الو ہو جاتا ہوں۔"

"کیا تم پر ہر وقت محبت سوار رہتی ہے؟" رہمنا نے بھولے پن سے پوچھا۔

"ہاں..... ت..... ت..... کیا مطلب..... کیا میں ہر وقت الومعلوم ہوتا ہوں۔"

"غلطی.....!" رہمنا نے کہا اور مسکرا نے گئی۔ حمید خندی سائنس پھر کر خاموش ہو گیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد رہمنا بولی۔ "ہم بہت چیختے رہ گئے ہیں۔ جلدی کرو۔"

"تو تم کیا کچھ میرا دل توڑ دو گی۔" حمید ڈرامائی انداز میں بولا۔

"نہیں..... ایاں کر کھاؤں گی۔" رہمنا نے کہا اور تیز قدم بڑھانے گئی۔

"خیر ایک دن تم میری لاش پر آنسو بھاؤ گی۔" حمید نے کسی ناکام عاشق کے پروردہ لمحہ کی نقل اتنا ری۔

"اگر تمہاری لاش بھی الون معلوم ہوئی تو۔"

رہمنا آگے بڑھ گئی اور حمید بدستور رینگٹارہا۔ انور نے پلت کر دیکھا اور اس نے بھی اپنی رفتادست کردی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں دوسروں سے کافی فاصلے پر ساتھ ساتھ جل رہی تھے۔

"فریدی صاحب کی صحبت نے بھی تمہارے کردار پر کوئی اثر نہ ڈالا۔" انور نے کہا۔

"مجی.....!" حمید نے داہنے ابرو کو جنبش دی۔ "فریدی صاحب کی صحبت مجھے بکھی مارہ، مخدود ہنا نہیں سکتی کہ زد پر آئی ہوئی ہر کمھی بس چپک کر ہی رہ جائے اور پھر نہیں مرد ہوں۔ ایک اپالی قوت، منقی قوتوں کے چیختے دوزتا ہی میرا مرماج ہے۔"

"اور منقی قوتیں پلت کر تمہارے منہ پر تھوکتی بھی نہیں۔" انور مسکرا کر بولا۔

"زیادہ بڑھ کر باقیں نہ کرو۔ تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ ایک لڑکی ہی کے لئے تم بھی جھک

مارتے پھر ہے ہو۔"

"لیکن اس میں بھی میں نے اپنا وقار قائم رکھا ہے۔" انور نے کہا۔

"وقار.....!" حمید زہر خند کے ساتھ بولا۔ "تم مجھے لوگوں کے وقار اور مرغیوں کے غفرے میں مجھے کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا۔"

"خیر ہٹاؤ مجھے کیا۔" انور اکتا کر بولا۔ "مجھے یہ سب پسند نہیں۔"

"آغا..... تو کیا مجھے آپ اس کے بھائی بن گئے ہیں۔"

"فضول پاتنی مت کرو۔"

"اچھا جی! اے انور کے بچے۔ اگر تمہارے دماغ میں کیڑے کلبائے تو اچھا نہ ہو گا۔"

دونوں الجھ پڑے تھے اور ان کی آوازیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ حمید نے سامان کا تھیلا ازٹن پر ڈال دیا تھا اور کاندھ سے رانفل اٹارتے رکا۔ انور پرستور کمزرا تھا۔ فریدی وغیرہ نے ان کی آوازیں سن لی تھیں۔ فریدی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"کیا حماقت ہے۔ حمید تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے۔" فریدی ان کے درمیان میں آتا ہوا بولا۔

"انور کو منح کجھے۔"

"کیا بات ہے بھی۔" فریدی انور کی طرف مڑ کر بولا۔

"کچھ نہیں.....!" انور نے مسکرا کر کہا۔ "شاید حمید کے بدن میں درد ہو رہا ہے۔"

قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا رہوئا نے اس کے قریب پہنچ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"چ چ، ہٹاؤ بھی جانے دو۔ ورنہ کہیں مجھے مجھے تمہاری لاش پر آنسو بھانے پڑیں۔"

رمونا سنجیدگی سے بولی اور انور نہیں پڑا۔

"تم دونوں ضرورت سے زیادہ احتق ہو۔" فریدی نے حمید اور انور کو مخاطب کر کے کہا۔ "یہ

لوٹے کا موقع ہے۔"

"بات کیا تھی؟" ڈی گاریکا نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" انور جلدی سے بولا۔ "بھی بھی حمید کے سر پر چچکلی سوار ہو جاتی

”سن رہے ہیں آپ۔“ حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر تیز لمحے میں کہا۔

”انور اب فضول باقیں بند کرو۔“

انور خاموشی سے آگے بڑھ گیا اور رمنا حمید کے کاغذ سے پڑھیا لادنے لگی۔

”چلو میرے الوشمہزادے آگے بڑھو۔“ رمنا نے آہتہ سے اس کے کان میں کہا۔

وہ پھر چل پڑے۔ سورج غروب ہوتے ہوتے چٹانوں کا سلسلہ صرف ایک میل کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔

”واقعی ناقابل عبور معلوم ہوتی ہیں۔“ فریدی آہتہ سے بڑھوایا۔ ”اسکی چنانیں آج تک میری نظروں سے نہیں گزریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی عظیم الشان قلمکار کی دیواریں ہوں۔“

”ان کی بلندی ایک ہزار قٹ سے کسی طرح کم نہیں۔“ ڈی گاریکا بولا۔ ”جھنس انہیں چٹانوں کی وجہ سے مہذب دنیا اس جریے کو غیر آباد بھیتی ہے۔“

”سمجھنا ہی چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان چٹانوں کے پیچے زندگی کے آثار نہیں ہیں۔“

”رات سینیں کہیں گزاری جائے گی۔“ ڈی گاریکا بولا۔

وہ رات انہوں نے ایک درخت کے نیچے بسر کی۔ ڈی گاریکا کے بیان کے مطابق چٹانوں کے اہم درجے نہیں پائے جاتے تھے اس لئے انہوں نے دن بھر کی حکملہ تہائیں اطمینان دوڑ کی۔ دوسرے دن صبح ناشتر کرنے کے بعد وہ پھر چٹانوں کی طرف چل پڑے اس سے میں بھی سکھ جگل تھے۔ ڈی گاریکا نے عام راست اختیار نہیں کیا تھا۔ اس لئے انہیں کلہاڑی کی مدد سے خود ہی راستہ بنانا پڑا۔ فریدی نے چوڑے پھل کی ایک چکدکار کلہاڑی سنجال رکھی تھی اور راستے میں آئی ہوئی شاخوں اور جہاڑیوں کو ہٹاتا چارہا تھا۔ دو تین گھنٹوں کی محنت کے بعد وہ چٹانوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں چٹانوں کے نیچے حد نظر تک بانسوں کا عظیم الشان جگل پھیلا ہوا تھا۔ فریدی، انور اور حمید ایک ہزار قٹ اونچی چٹانوں کی طرف حرثت سے دیکھ رہے تھے۔ ایسا

معلوم ہوتا تھا جیسے انسانی ہاتھوں نے ان کی سطح ہموار کی ہو۔ وہ نیچے سے اوپر تک سطح اور سیدھی کمری ہوئی تھیں۔ ذی گاریکا نے ایک طرف اشارہ کیا اور وہ سب بانسوں کے جنگل میں گھنے لگے۔

اب وہ چنانوں کے نیچے مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ تقریباً دو گھنے تک پڑتے رہنے کے بعد ذی گاریکا نے ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ یہاں جنگل کافی گھنا تھا اور چٹان کے ایک حصے پر جنگلی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ذی گاریکا نے کلہازی فریدی کے ہاتھ سے لے لی اور بیلیں ہٹانے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے چین نکلی اور وہ کلہازی سیست اچھل کر دیکھنے لگا۔ کلہازی کے دستے سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

”کیا ہوا.....؟“ فریدی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”راستہ بند کر دیا گیا۔“ ذی گاریکا نے مایوسانہ انداز میں کہا اور اس کے ہاتھ سے کلہازی چھوٹ پڑی۔ اس کی نظریں اس حصے پر جمی ہوئی تھیں جہاں سے اس نے بیلوں کا جھنکاؤ ہٹایا تھا۔ یہ ایک گز حساس تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔

”غار کا دہانے.....!“ ذی گاریکا آہستہ سے بڑھ دیا۔ ”ڈان و سٹ یہاں پہنچ گیا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”یہاں ایک دوڑا لگ بھی قدرتی سرگ تھی جس کے دہانے سے کچھ دور ہٹ کر ایک ندی ہے۔ انہوں نے شاید ندی سے سرگ کو ملا دیا ہے۔“

ذی گاریکا خاموش ہو گیا۔ وہ لوگ اس طرح خاموش تھے جیسے کسی لاش کے سرہانے کھڑے ہوں۔ دفھا کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی حید کی پینچھے پر لدے ہوئے تھیں کوچھیں چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

”چکھے ہو...!“ فریدی بے اختیار چینا اور اچھل کر چٹان سے آگا۔ بقیر لوگ بھی اس کے چکھے بھاگے۔ پھر دوسرا فائر ہوا۔ رہوٹا کے منہ سے چین نکلی اور وہ غار کے وسیع دہانے میں گر پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی کی سطح پر لہراتے ہوئے سنہرے بال بھی عائب ہو گئے۔ اسی کے ساتھ ہی فریدی نے بھی گزھے میں چھلاگ لگادی۔ بقیر لوگ اس نری طرح سے گھبرا گئے تھے

کے انہوں نے خالف سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وققے کے بعد سنائی دے رہی تھیں۔

فریدی کا سر پانی کی سطح پر ابھر اور ساتھ ہی رونا کے سنبھلے بال بھی دھکائی دیئے جنہیں اس نے اپنی مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد رونا زمین پر چلت پڑی ہوئی تھی اور فریدی قریب ہی بیٹھا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ فائر ابھی تک ہو رہے تھے۔ فریدی نے سمت کا اندازہ لگایا تھا اور سے کوئی گولیاں چلا رہا تھا۔ لیکن فریدی اسکی جگہ پر تھا جو گولیوں کی زد سے باہر تھی۔ فریدی نے رونا کی طرف دیکھا۔ اس کی سائیں آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آگئی۔ اسی دوران میں سمت خالف سے بھی فائر ہونے شروع ہو گئے تھے۔

”ڈرونیں..... تمہارے کوئی نہیں گلی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم گھبراہٹ میں گڑھے میں گرگئی تھیں۔“

”وہ لوگ کہاں ہیں۔“ رونا نے پوچھا۔

”پہنچیں..... میں نے تو تمہارے بعد ہی گڑھے میں چھلاگ لگادی اور جب باہر آیا تو وہ لوگ یہاں نہیں تھے۔“

”تو وہ لوگ بھاگ گئے۔“ رونا نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر تم نہ ہوتے تو میں اسی گڑھے میں ڈوب جاتی۔“

فریدی کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ ایک گولی ان کے قریب ہی آ کر گلی اور فریدی نے رونا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

”بس اس چٹان سے چکلی رہو۔“ وہ آہستہ سے بولا اور قریب پڑی ہوئی رانفل اٹھا کر اور پر کی طرف دیکھنے لگا۔ چٹان کے ایک کٹاؤ کے درمیان ایک سیاہ سادھہ نظر آ رہا تھا۔ ایک متحرک دھبہ۔ دوسرے لمحے میں فریدی کی رانفل سے شعلہ نکلا اور دیکھنے ہی دیکھنے دھبہ نیچے کی طرف لاٹکنے لگا۔ پھر قریب ہی سے کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ رونا جیکر اچھل پڑی۔ ان

سے کچھ فاصلے پر خون میں ڈوبے ہوئے گوشت کے لقحوں کا ایک ڈیمپ پڑا ہوا تھا۔ رمنا دوسرا جنگ کے ساتھ فریدی سے پٹ گئی۔

فریدی نے اسے الگ ہنا کر پھر اوپر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"البروف.....!" رمنا پھر جنگی اور اس نے اپنا چہرہ دنوں ہاتھوں سے چھپا دیا تھا۔

"تم نے بھریں میں کیا کہا تھا.....؟" فریدی بدستور اوپر کی طرف دیکھا رہا۔ پسکون بجھ میں بولا۔ "کیا تم اپنے بھائی کے قاتم کے خون سے خون سے اپنے بال نہیں رکھو گی۔"

رمنا نے فریدی کے چہرے کی طرف دیکھا جو ہر تم کے جذبات سے عادی نظر آ رہا تھا۔ رمنا کم گئی۔

"کیوں.....؟" فریدی نے اس کی طرف دیکھا۔ "فائز ہونے بند ہو گئے تھے۔ جالف سمت میں بھی خاموشی تھی۔ رمنا اوپر سے گرنے والی لاش کی طرف سے من پھر کر پینچھے گئی۔ فریدی نے احتیاط پھر ایک فائز کیا۔ تھوڑی دریک جوابی فائز کا انتظار کرتا رہا لیکن دوسرا طرف کمل خاموشی رہی۔ فریدی نے دو تین فائز اور کئے گئے جواب نہ اور۔

"شاید ایک علی تھا۔" وہ رمنا کی طرف مژکر بولا اور لاش کی طرف بڑھتے لگا۔

"میرہو!" رمنا گھبرا کر بولی۔ "کہاں جا رہے ہو۔"

"تجربات میں اضافہ کرنے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں یہ دیکھوں گا کہ ایک ہزار فٹ کی بلندی سے گرنے والے کی لاش کیسی ہو جاتی ہے۔"

رمنا نے فریدی کی طرف مژکر دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہوانیاں اڑ رہی تھیں۔

فریدی نے مسکرا کر سر کو خیف سی جنینش دی اور لاش پر جنک پڑا۔ وہ کافی دریک اسے الٹا پلتتا رہا۔ پھر رمنا کی طرف لوٹ آیا۔

"آؤ چلیں.....!" وہ اسی طرف بھاگے ہوں گے۔ فریدی نے جالف سمت میں اشارہ کر کے کہا۔

"بجھ میں اشخے کی بھی سکت نہیں رہ گئی ہے۔" رمنا خیف آواز میں بولی۔ "فریدی نے تمہاں اٹھا کر پینچھے پر لادا۔ رائق کاندھے پر لٹکائی اور زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔" "لو آؤ تم بھی لدو.....

چلو بھی جلدی کرو..... یہ وقت تکلفات کا نہیں۔ معلوم نہیں ان پر کیا گزری ہو۔ مجھے حیرت ہے کہ میرا ساتھی بھی واپس نہ آیا۔“

اور پھر تھوڑی دری بعد وہ مختلف سوت جا رہا تھا۔ تھیلے کے ساتھ ساتھ رہمنا بھی اس کی پیشہ پر لدی ہوئی تھی۔ دو تین فرائیں چلنے کے بعد انہوں نے عجیب مغلک خیر منظر دیکھا۔ انور حیدر اور ڈی گاریکا بانسوں کے چند میں بھیلی ہوئی بیلوں کے جال میں نری طرح چپنے ہوئے رہائی کے لئے ہاتھ پر چیر مار رہے تھے۔ فریدی بے اختیار نہس پڑا۔ ڈی گاریکا نے رہمنا کو دیکھ کر چیخ ماری۔ اگر انور سے سہارا نہ دیتا تو گر پڑا ہوتا۔ پھر بھی تھوڑی دری کے لئے وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ شاید وہ رہمنا کی زندگی سے مابیوس ہو چکا تھا۔ فریدی رہمنا کو اتنا کر کر آگے بڑھا۔

”یہ کیا ہوا.....؟“

”ہم ان خوفناک بیلوں سے بے خبر فائز رکرتے ہوئے پچھے ہٹ رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ہمیں جکڑ لیا۔“ انور نے کہا۔ ”چاقو اور کلبازی آپ کے تھیلے میں رہ گئے تھے۔“ فریدی نے چاقو کی مدد سے انہیں بیلوں کے جال سے آزاد کیا۔ حیدر کی نظریں رہمنا پر جھی ہوئی تھیں جو فریدی کی پیشہ پر لد کر بیساں تک پہنچی تھی۔ پھر ڈی گاریکا نے آنسوؤں اور آہوں کے درمیان رہمنا کے پیچے جانے کی داستان سنی۔

”لیکن ایک خوبخبری بھی سنئے۔“ انور نے کہا۔ ”اگر ہم اس جال میں نہ پہنچتے تو یہ ہماری

انہماں بندی بھی ہوتی۔“

”لیعنی.....؟“

”ان بیلوں کے درمیان میں ایک غار موجود ہے اور ڈی گاریکا کا خیال ہے کہ اس کا دہانہ اسی طرف ہو گا۔“

”صرف خیال ہے یا یقین بھی۔“ فریدی نے ڈی گاریکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”صرف خیال۔“ ڈی گاریکا بولا۔

”ہاں..... آں کدھ.....؟“ فریدی بیلوں کے بھڑوں کی طرف مڑ کر بولا۔

ڈی گاریکا آگے بڑھ کر کلبازی کی مدد سے بیلوں ہٹانے لگا۔ تھوڑی دری بعد غار کا دہانہ

وکھائی دیا۔

”تم دونوں رہوں کے ساتھ نہ ہو۔“ فریدی نے انور اور حمید سے کہا اور تھیلے سے ایک پستول اور ٹارچ نکال کر ذی گاریکا کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا گار میں اتر گیا۔

## کئی حادثے

چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ فریدی نے ٹارچ روشن کر لی۔ آگے چل کر گار نے سرگٹ کی ٹھکل اختیار کر لی تھی۔ کائی اور سین کی بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ فریدی کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کا ہر قدم جہنم کی طرف اٹھ رہا ہو اور یہ بھی عجیب بات تھی کہ گرنی کے باوجود بھی اس کے جسم سے پیسے کی ایک بوند بھی نہ پھوٹی۔ وہ آگے بڑھتے رہے۔ دفعتاں بھی عجیب قسم کی چنپھٹا ہٹ سنائی۔ دونوں رک گئے۔ آواز کی طرف فریدی نے روشنی ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے پستول سے شعلہ لکھا اور ایک بہت بڑا سانپ اچھل کر ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اس نے دو تین بار زمین پر سر پخا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔

”بڑا سچانٹا نہ ہے۔“ ذی گاریکا منتظر بانہ انداز میں بولا۔

فریدی نے اوہر ادھر روشنی ڈالنی شروع کر دی۔ ایک جگہ بہت سارے بڑے بڑے افغانے دکھائی دیئے۔

”بڑی حرمت ہوئی۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”ورنہ انہوں پر نیٹھی ہوئی مادہ بڑی خطرناک ہوتی ہے۔“

”مگر اس قسم کا سانپ یہاں خط سرطان پر کیسے؟“

”کیوں.....؟“

”یہ جارا کا سانپ تھا جو صرف جتوی امریکہ کے استوائی خطوں میں پایا جاتا ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”اعتیاط سے چلو..... ممکن ہے کہ اس کا ساتھی بھی مل جائے۔ یہ اپنی قسم کا

انجمنی شریر سانپ ہوتا ہے۔“

”سانپوں کے متعلق تم کیا جانو۔“ ڈی گاریکا کے لمحے میں تحریر تھا۔

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر بڑھتا رہا۔ آگے چل کر انہیں روشنی دکھائی دی پھر کچھ سربرز جہازیاں نظر آئیں۔ ڈی گاریکا نے سینے پر اپنے ہاتھ سے صلیب کا نشان ہنا کہ ایک لبی دعا پڑی چھپ فریدی سے بولا۔ ”بے شک یہ راستہ ایک بالکل عین نئی دریافت ہے۔“

”وہ دونوں واپسیں لوئے۔ فریدی نے انور و غیرہ کو بتایا کہ وہ ایک نیا راستہ دریافت کرنے میں سچی تجھ کا میریاب ہو گئے ہیں۔ پھر یہ بحث چھڑ گئی کہ ان کی روائی کی رات پر ملتونی کردی جائے یا اسی وقت چٹانیں پار کی جائیں۔“

”میرا خیال ہے کہ ہم دن ہی دن نکل چلیں کیونکہ ادھر کا جگل خطرات سے بھرا پڑا ہے۔“

ڈی گاریکا بولا۔

”میں بھی بھی سوچ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے دشمنوں میں سے یہاں شاید

صرف ایک عین تھامیے میں نے فتح کر دیا۔“

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔“ حمید بولا۔

”قیاس ہے۔ اگر وہ اکیلانہیں تھا تو اس کی موت پر اس کے ساتھیوں کو کافی اودھم چانا چاہئے تھا۔ اپنی دانت میں وہ ہمارا راستہ تو بندھی کر چکے تھے۔“

تمہوزی دیر بعد وہ چل پڑے۔ رہوٹا کی نقاہت ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس بار اس کے باپ نے اپنی پیٹھ پر لادر کھا تھا۔

”کاش.....!“ حمید آہستہ سے بولا۔

”چپ چپ۔“ انور نے اسے چھیڑا۔ ”تم یوں ہی دھان پان ہو پیارے۔ بھلا یہ نومن کی لاش تم سے کب بھلی۔ اچھا ہی ہوا اور رہا فریدی صاحب کا معاملہ تو آن سعادت بزرگ باز و بود۔“

”اچھا ب منہ میں لگا مم دیجئے۔ ورنہ مجبوراً مجھے نواب چا بک نواز جگ بھادر بننا پڑے گا۔“

غار کے دوسرے دہانے سے نکلنے کے بعد انہوں نے خود کو ڈھلوان چٹانوں کی ایک چھوٹی سی وادی میں پایا۔ ڈی گاریکا تمہوزی دیر تک کھڑا سمعنوں کا اندازہ لگاتا رہا پھر ایک طرف انگلی انھا

کر بولا۔ ”ہمیں ادھر سے چڑھنا ہوگا۔“

چنانوں کی بناوٹ تاریخی کر بیہاں کبھی آتش فشاں پھونتے رہے ہوں گے۔ کھنی جہازیوں سے گزرتے ہوئے وہ ڈی گاریکا کے بتائے ہوئے راستے پر چڑھنے لگے۔ ڈی گاریکا نبڑی طرح تھک گیا تھا اور اب اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رمنا سمیت چڑھائی پر نہ جل سکے گا۔ مجبوراً فریدی کو اپنی خدمات پیش کرنی پڑیں۔

”البر و نو تجھے سخت شرمندگی ہے۔“ رمنا نے آہت سے کہا۔

”پرواہ مت کرو۔“ فریدی بولا۔

راستے میں انور ڈی گاریکا اور حید ستانے کیلئے کافی جگر کے۔ مگر فریدی بدستور چڑھا۔

”البر و نو تم کوشت پوت کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔“ رمنا نے کہا۔

”وہ بھی سیکی کہتے ہیں جنہیں میں گا گھونٹ کر مار داں ہوں۔“

”البر و نو تجھیں کشت و خون کے علاوہ کسی اور جیز سے بھی دچکی ہے۔“ رمنا نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں ..... مجھے سر بزر مرغزاروں سے پیار ہے۔ میں نیلے آسمان کی بے گران دعتوں کو پیار کرتا ہوں۔ مجھے بیلے کی تھنی تھنی کلیوں سے محبت ہے۔ مجھے اس وقت افغانستان میں گلائے ہیں، جب غروب کے بعد رکنیں لمبے آہتہ تارکیوں میں گھلنے لگتے ہیں۔ مجھے ہری ہری گھاس کی سورجی خوشبو سے عشق ہے۔ مجھے چاندنی راتوں کا عظیم سنانا بے حد پسند ہے۔“

”کچھ اور بھی .....!“

”بہت کچھ .....!“

”کیا .....؟“

”اب اس وقت تو یاد نہیں آ رہا ہے پھر کبھی اطمینان سے پوچھتا۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”تم جو کچھ پوچھتا چاہتی ہو یہ کبھی نہ بتائے گا۔“ پیچھے سے حید کی آواز آئی۔ ”میں تجھیں بتاؤں ..... اسے مورتوں سے فترت ہے۔“

”شٹ اپ .....!“ فریدی مژ کر بولا۔

”رمنا میں تم سے حقیقت بیان کر رہا ہوں۔“

”کیوں البر و فو.....!“ رمونا نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

”ٹھیک کہتا ہے۔ مجھے عورتوں اور ان سے مشق کے دھکوں سے بچنی نہیں۔“ فریدی بولا۔

”لیکن نفرت نہیں کرتے۔“ رمونا نے پوچھا۔

”بھلا نفرت کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میری ماں بھی عورت ہی تھی۔“

رمونا کچھ سوچنے لگی۔ حید نے اپنی دانت میں برا اتیر مارا تھا۔

”البر و فو تم تحفہ گئے ہو گے۔“ رمونا تھوڑی دریں بعد بولی۔

”مکرمت کرو۔“ حید چیک کر بولا۔ ”البر و فو کا دماغ پلتے دینہیں لگتی۔ یہ قوم دیکھے ہی بھی ہو کر کسی کی جان لے لیتا، اس کے باسیں ہاتھ کا کام ہے اور کسی کو قتل کرنے کے بعد اسے ذرہ بھی بھی افسوس نہیں ہوتا۔ لہذا جب تمک جائے گا تو تمہیں بھی کسی کھربی کھائی میں پیچک کر اس طرح مطمئن نظر آئے گا جیسے اس نے اپنے کان پر ریکھتی ہوئی جیونتی جھاڑ دی ہو۔

فریدی بے اختیار خس پڑا اور رمونا بھی کچھ خائف سی نظر آنے لگی، اپنک اس کے دل کی وجہ کن تیز ہو گئی۔ فریدی اس تبدیلی کو محسوں کے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے حید کی اس حرکت پر خصہ آگیا۔

”ٹھہرو.....!“ وہ حید کی طرف مڑ کر بولا۔ حید رک کر اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

”اب تم لے چلو گے رمونا کو۔“ فریدی نے کہا۔ اس کی سمجھیگی دیکھ کر حید سہم گیا۔

”میں.....میں۔“

”چلو اخھاؤ.....!“ فریدی سخت لہجے میں بولا۔ اس نے رمونا کو خیجے اتار دیا تھا۔

”دیکھنے خالق کی بات نہیں۔“ حید گھبرا کر اردو میں بولا۔

”میں سمجھیگی سے کہہ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے ہوت بھیجنے لئے۔

”اوپر بکھنے سے پہلے ہی مر جاؤں گا۔“

”چلو.....!“ فریدی مکاتاں کر بولا۔

”اَنَّ اللَّهُ وَاَنَا اَلَيْهِ رَاجِحُونَ۔“ حید رمونا کے آگے جھکتا ہوا بولا۔ فریدی نے رمونا کو اشارہ کیا

اور وہ چپ چاپ اس کی پیٹھ پر چڑھ گئی۔ حید سیدھا ہوتے وقت بڑی طرح ڈگ گایا۔

"اب یہ تم سے باقاعدہ محبت شروع کر دے گی۔" فریدی زہر خد کے ساتھ بولا۔

"چلو چلو آگے بڑھو۔ اگر تم ذرا بھی رکے تو بڑی شاندار ٹھوکر سید کروں گا۔"

ہر ہر قدم پر حمید کی آنکھوں کے سامنے تارے ناپنے لگتے تھے۔ رہونا خاصی تدرست اور دراز قد بڑی تھی۔ رہونا بھی محسوس کر رہی تھی کہ حمید زیادہ دور تک نہیں چل سکتا۔ لیکن وہ خاموش تھی نہ جانے کیوں۔ اس وقت وہ فریدی سے گفتگو کرنے میں خوف محسوس کرنے لگی تھی۔

"میں رہونا سیست کسی گہری کھائی میں چھلا بگ لگادوں گا۔" حمید فریدی کی طرف، مزک  
ہانپتا ہوا بولا۔

"اچھا خدا حافظ..... قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔" فریدی سلام کے لئے ہاتھ اٹھانا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ڈی گاریکا اور انور کافی دور تھے۔ ڈی گاریکا کی وجہ سے انور بھی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

فریدی تھوڑی دور چلنے کے بعد مڑا۔ حمید رہونا کو اتنا کر ڈی گاریکا وغیرہ کی طرف لوٹ رہا تھا اور رہونا گرتی پڑتی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ فریدی تیزی سے اُنکی طرف لوٹ پڑا۔  
"تو اس نے تمہیں اتنا دیا۔" فریدی نے کہا۔

"میں اب نہیں ہوں۔" رہونا نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ!" فریدی زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"نہیں..... نہیں.....!" رہونا بے اختیار روپڑی۔

"بیوقوف لڑکی، پنگل کہیں کی۔" فریدی بہس کر بولا۔ "میں نے اس کی قیچی کی طرح چلنے والی زبان بند کرنے کی کوشش کی تھی۔"

رہونا بدستور واقعی رہی اور فریدی نے اسے پینچھے پر اٹھایا۔

"میرے ساتھی پر بُری طرح عشق کا بھوت سوار رہتا ہے۔" فریدی بہس کر بولا۔ "اسے اس وقت میں نے اتنا دیا۔"

رہونا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی خوفزدہ اور بے بس پچھے کی طرح سکیاں لے رہی تھی۔

"البر و نور! آدمی ضرور ہے مگر صرف دشمنوں کے لئے۔" فریدی نے اسے پھر والا سادیا۔

چنانوں کی آخری سطح پر بیٹھ کر فریدی نے رمونا کو ایک درخت کے تئے کے سہارے بخدا دیا اور خود ایک سگار سلاکا کر ڈی گاریکا وغیرہ کا انتظار کرنے لگا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ یہاں چنانوں کی سطح بالکل ہمارا ہو گئی تھی۔ حد نظر تک گھنے جگل پھیلے ہو گئے تھے۔ اسی چنانوں پر گھنے جگل کی موجودگی مجرے سے کم نہ تھی۔ یہاں اسے سفل کے بے شمار درخت دکھائی دیئے جو بڑے بڑے سرخ پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔

”تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔“ فریدی نے رمونا سے کہا۔

”نہیں تو.....!“ رمونا آہستہ سے بولی۔

”آخر تم مجھ سے خوفزدہ کیوں ہو۔“ فریدی خس کر بولا۔

”نہیں خوفزدہ تو نہیں۔“ رمونا پھیلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”مجھے اس کا افسوس ہے کہ تم دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔“

”جھگڑا.....!“ فریدی متھیر ہو کر بولا۔ ”اس کے ہوتوں پر مسکراہٹ بھیل گئی اس نے ایک درخت کی جڑ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے چھوٹے بھائی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔ وہ دن بھر میں سینکڑوں بار مجھ سے روٹھتا اور منتا ہے۔“

فریدی کچھ اور کہنے جا رہا تھا کہ ڈی گاریکا وغیرہ بھی بیٹھ گئے۔ حمید کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے فریدی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

”مجھ میں تو اب چلنے کی سکت نہیں رہ گئی ہے۔“ ڈی گاریکا بیٹھتا ہوا بولا۔

”فکر مت کرو۔ میرا ساتھی تمہیں لے چلے گا۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لعنت ہے اسکی زندگی پر۔“ حمید نے جلا کر کہا اور تیزی سے ایک طرف بڑھنے لگا۔ فریدی نے جھپٹ کر اسے پکالیا اور دبوچ کر اس کا سر سہلانا ہوا آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

”چ چ..... میرے راج دلارے۔ برخوردار سلمہ، یہ تمہاری محبوبہ دنوواز کے والد صاحب سلمہ ہیں۔“

”کیا بات ہے۔“ ڈی گاریکا ان کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”میں عورت نہیں ہوں کہ تمہاری پیٹھ پر لد کر چلوں گا۔“

"ہم دونوں آپس میں مذاق کر رہے ہیں۔" فریدی نے مکرا کر کہا اور حید کو سچتا ہوا سوئے کے پاس لایا۔ پھر اس نے حید کو اس طرح بھگ کرنا شروع کیا کہ وہ بے اختیار چینے لگا۔  
چوڑی دیر بعد رمیٹا چھلیوں اور گوشت کے ڈبے کھول رہی تھی۔ مختصر سادہ خوان بچھ گیا۔  
"یہ رات سیکھنی گزاری جائے۔" ڈی گاریکا نے کہا۔ "یہاں درندے نہیں معلوم ہوتے۔"  
"اور اگر انہوں نے روموی کو مار ڈالا تو....." انور نے کہا۔ "یہ تو ظاہر ہے کہ ڈان ونسٹ یہاں پہنچ گیا ہے ورنہ وہ راستہ نہ بند کرتے۔"

"یہاں رات کو سفر کرنا انتہائی خطرناک ہے اور جب ہم نہ ہوں گے تو روموی کا کیا بنے گا۔ ویسے تو ممکن ہے کہ ہم اسے کسی نہ کسی طرح بچاہیں۔"  
وہ رات انہوں نے دیں بسر کی اور پاری باری سے سب لوگ جا گئے رہے۔  
دوسرا صحیح کو سفر پھر شروع ہو گیا۔ وہ کمی کھنے تک کھتے جگلوں سے گزرتے رہے و فتحاڑی گاریکا پٹنے پٹنے رک گیا۔

"میرا اندازہ غلط نہ کلا۔" اس نے پرمادمت انداز میں کہا۔ "میں سمجھتا تھا کہ اس سست میں پٹنے پر ہم جلدی رسیوں کے پل تک پہنچ جائیں گے۔"  
رسیوں کا پل.....! "فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ہاں چنانوں کے درمیان ایک گہری کھائی پر بنایا گیا تھا۔ دونوں چنانوں کا فاصلہ میں پچیس فٹ سے زیادہ نہیں۔ اس کے آگے پھر کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یہ پچیس فٹ چوڑی دراز میلوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم کسی بہت اوچے درخت پر چڑھ کر گرد پیش نظر دوز اُسیں ورنہ کب تک اس طرح بھکتے پھریں گے۔"

حید نے براسانت بنایا۔

ڈی گاریکا ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "بس یہ تمیک رہے گا۔ ہمیں صرف اس دراز کا پتہ لگانا ہے۔ اس کے بعد پل میں ٹلاش کروں گا۔"  
"لیکن درخت پر چڑھے گا کون۔" انور نے کہا۔ "کم از کم مجھ میں تو احتے اوچے درخت پر چڑھنے کی بہت نہیں۔"

"تم میں کسی بات کی ہمت نہیں۔" حید نے اپنا تمہیلا زمین پر گراتے ہوئے کہا۔ رانفل اتار کر تھیلے سے لکھا دی اور اب اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ فریدی پر تشویش انداز میں حید کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم چڑھ جاؤ گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں؟ کیا آپ مجھے بھی انور سمجھتے ہیں۔" حید نے اس انداز میں کہا کہ رونا ہنس پڑی۔

دوسرا لمحے میں وہ بندر کی پھرتی کے ساتھ درخت کے سپاٹ تھے پر چڑھ رہا تھا اور رونا نہیں جانتی تھی۔ حید رونا کی لکھتی ہوئی ہنسی سے لطف اندوں ہوتا ہوا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چڑھ رکھتا اور کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑا میں چڑھ دوڑ پر مغرب کی طرف ایک چوڑی سی سیاہ لکیر دکھائی دی جس کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حید تھوڑی دیر تک اور ادھر دیکھ کر راستے کا تعین کرتا رہا۔ پھر نیچے اترنے لگا۔ دھنٹا اسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کوئی اس کے پیچے موجود ہو۔ حید نے پٹ کر دیکھا دوسری سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں کے نیچے ایک چینی سی ناک تھی۔ نچلا جبڑا آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ ٹھوڑی کے گرد سفید بالوں کے بڑے بڑے پیچے تھے۔ حید ایک شاخ سے پھسل کر دوسری پر آ رہا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اورپ کی شاخ دوبارہ اس کی گرفت میں آگئی ورنہ پڑیاں سرمد ہو جاتیں۔ وہ اب تک حید کی طرف گھور رہا تھا۔ دھنٹا اس نے اپنا منکھوا۔ ساتھ ہی حید کا بھی منکھل گیا اور بے اختیار چینیں نکلنے لگیں۔

"ڈرو نہیں۔" نیچے سے فریدی کی آواز آئی۔ "میں نے اسے دیکھ لیا وہ ایک بے ضرر تم کا بندر ہے۔"

حید کی چینیں سن کر وہ اچھلا اور دوسری شاخ پر چلا گیا۔ حید نے اب دیکھا کہ اس کے سارے جسم پر بھی نیچے نہیں بال تھے۔ حید تیزی سے نیچے اترنے لگا اور تقریباً دس فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگادی۔

"جیوقوف آدمی وہ بندر تھا۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "اشتھرہ پو اند کھلاتا ہے۔ دیکھو جغرافی

یاد رکھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے ورنہ تم جیسی شہید ہو گئے ہوئے، مگر مجھے اب جغرافیہ کی محنت پر بھی شیر ہونے لگا ہے۔ کیونکہ جغرافیہ کی رو سے اس قسم کے بندروں خط سلطان پر نہیں پائے جاتے۔“

”تم چیختے کیوں گلے تھے۔“ رمنا نفس کر بولی۔

”جیسی کب رہا تھا۔“ حمید بورنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔ ”میں تو رونے لگا تھا۔“

”کیوں.....؟“ رمنا نے بھی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

اس باریش اور برگزیدہ بندروں کیلئے کربلے اختیار دادا جان مر جوم یاد آگئے تھے۔

”خبر..... خیر.....!“ فریدی منہ بنا کر بولا۔ ”غیر دلچسپ باتیں مت کرو۔ کام کی بات کرو۔“

”کام کی بات یہ ہے کہ وہ بندروں ہمارے نام اور پتے لکھ کر لے گیا ہے۔ اب باقاعدہ خط و کتابت کرتا رہے گا۔ اس سے طرفین کی خیر و عافیت وغیرہ معلوم ہو جایا کرے گی۔“

”بکومت.....!“ فریدی جیسی کربلا اور رمنا پھر ہنسنے لگی۔ فریدی درخت کی طرف بڑھا وہ

”دہی چڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ حمید نے دوز کرامے پکالیا۔

”اٹھے اونچے درخت سے خود کشی بے کار رہے گی کیونکہ سراغ رسماں لاش نہ پچان پائیں گے کیا فائدہ۔“ اس نے کہا۔

فریدی راتے پلٹ کر اس کی گردن پکالی۔

”بب بب بتاتا ہوں۔“ حمید تملکا کر چخا۔ فریدی نے گرفت ڈھلی کر دی۔ وہ منہ بنا کر

بولا۔ ”مغرب کی طرف وہ دراز موجود ہے۔ شاید دو میل کا فاصلہ ہو گا۔ تو گردن چھوڑیے تا۔

آپ مذاق پر آمادہ ہوں تب بھی میری ہی شامت، اور میں مذاق کروں تو شامت در شامت۔“

فریدی اس کی گردن چھوڑ کر ڈی گاریکا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر وہ لوگ مغرب کی طرف چل پڑے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ڈی گاریکا کو کچھ سننے لگا۔ فریدی بھی چوک پڑا۔ وہ متنی تیز نظر وہ سے ڈی گاریکا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”جنگلی قیاں کا جنگلی نقارہ۔“ ڈی گاریکا زیر لب بڑھ لیا۔ ”یا تو وہ کسی سے جنگ کر رہے ہیں یا پھر ان کے کسی بڑے تہوار کا موقع ہے۔“

ہوا کے تیز جھوٹکے کے ساتھ پھر نقارے کی آوازیں لہراتی ہوئی آئیں اور جنگل کی وسعتوں

میں ڈوہنی چلی گئیں۔

ہمیں کافی محتاج رہنا پڑے گا۔ ڈی گاریکا فریدی وغیرہ کی طرف مرکر بولا اور چلتے لگا۔  
نقاروں کی آوازیں کہیں دور سے آتی معلوم ہو رہی تھیں۔ بھی ہلکی اور بھی تیز۔

ایک گھنٹے بعد وہ دراز کے قریب پہنچ گئے۔ فریدی نے کنارے جا کر نیچے کی طرف جھانٹا۔  
پانچ یا چھ سو فٹ سے کم گہرا تی نہ رہی ہو گی۔ اور پھیس تمیں فٹ کی دوڑی پر دوسرا چھانٹوں کا  
سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ڈی گاریکا شمال کی طرف چلتے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جاتے تھے  
نقاروں کی آوازیں قریب ہوتی معلوم ہو رہی تھیں۔

”ممکن..... یا لکل ناممکن..... اب کیا ہو گا۔“ ڈی گاریکا لڑکہ اتنا ہوا بولا۔ اگر وہ ایک  
درخت کے تھے کا سہارا نہ لے لیتا تو اس کا گرجانا بتتی تھا۔

”کیا ہوا۔“ فریدی چینا۔ ڈی گاریکا سنبھل چکا تھا۔ اس کے ہونٹ ملے۔ مگر آواز نہ  
ستائی دی۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اسے جھیجھوڑا اور وہ اس طرح چوک پڑا جیسے سوتے سوتے جا گا  
ہو۔

”پل کاٹ دیا گیا۔“ وہ ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے بولا جس کے تھے سے موٹی  
موٹی رسیاں پٹی ہوتی تھیں۔

”اب کیا ہو گا۔ اب کیا ہو گا۔“ وہ اس طرح بڑ بڑا یا جیسے اس پر، سریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔

## غیر متوقع انجام

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ڈان و سمعت وغیرہ نے ہمیں یہاں داخل ہوتے دیکھ لیا ہے۔“  
فریدی نے کہا۔ ”ورسہ پل کے کائٹے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی دست میں  
راستہ ہی بند کر دیا تھا، لیکن انہوں نے رات ہی کو ہم پر حملہ کیوں نہیں کر دیا۔“  
”ممکن ہے انہوں نے آج ہی ہمیں دیکھا ہو۔“ انور نے کہا۔

"تم غیک کہتے ہو۔" فریدی نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔ "اگر ہم کوشش کریں تو جلد ہی انہیں جائیں گے۔"

"مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔" ذی گاریکا مایوسانہ لبجھ میں بولا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"البر و نومایوس ہوتا نہیں جاتا۔" فریدی لاپرواں سے بولا اور وہ اس اونچے درخت کو کچھ سے اوپر تک دیکھ رہا تھا جس کے سہارے رسیوں کا پل بنایا گیا تھا۔

"وہ دیکھو۔" حمید چینا۔ سب کی نظریں اس کے ہاتھ کی طرف اٹھ گئیں جو دراز کے پار اشارہ کر رہا تھا۔ بہت دور ایک ابھری ہوئی چٹان پر کئی آدمی چلتے دکھائی دے رہے تھے۔

"وہی ہوں گے۔" فریدی نے کہا اور تھیلا کھول کر کلبازی کیا لئے لگا۔ بقیر لوگ اسے حرث سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے درخت کے تنے پر کلبازی سے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔

"کیا تمہارا دماغ بھی جواب دے گیا۔" ذی گاریکا نے کہا۔

"کیوں؟ میں اس دراز پر ایک دوسرا پل بنانے جا رہا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ذی گاریکا کچھ سوچنے لگا۔ پھر دھنٹا اچھل کر بولا۔ "البر و نوم معمولی آدمی نہیں ہو۔ نتشے کے فوق البشر ہو۔"

پھر وہ سب باری باری سے درخت پر کلبازی چلاتے رہے اور شام ہوتے ہوئے انہوں نے اسے گراہی لیا۔ درخت دوسری طرف کی چٹانوں سے جالا تھا۔

مگر اس کے چکنے تے پر چلتا آسان کام نہیں۔ ذی گاریکا نے کہا۔

"جسیجس تمہارا دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہ گیا۔" فریدی بس کر بولا۔ اس نے اپنی رانفل کا گردھے پر لٹکائی اور سامان کا تھیلا پیشہ پر باندھا اور درخت کے تنے پر بیٹھ کر دونوں طرف پر ادھر ادھر لکاتے اور پھر اس کی حالت دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی۔ وہ تنے پر دونوں ہاتھ تیک ٹیک کر پھٹکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دوسرے کنارے پر بیٹھ کر اس نے ان کی طرف دیکھا اور قہقہہ لگاتے ہوئے ہاتھ ہلانے لگا۔ پھر باری باری سے سب نے اس کی تحلید کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب دوسرے کنارے پر بیٹھے ہوئے چائے کا انتظار کر رہے تھے۔ رہوٹ نے اشٹوپ پر پانی چڑھا دیا تھا اور اب دو دو حصے کے ڈبے میں سوراخ کر دی تھی۔

"یہ سوراخ میرے دل میں ہو رہا ہے۔" حمید نے فریدی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔  
 "اور اگر میں تمہارے سر میں بھی سوراخ کر دوں تو۔" فریدی نے بجھا ہوا سار پیچک کر کہا۔  
 "خدا کی حتم..... اس کی انقلابیاں ..... ہے ہے۔"

"بس اب چپ بھی رہو..... ورنہ میں اس کی ناگ توز دوں گا۔" فریدی نے کہا۔  
 "کیوں؟ کیوں؟ کیا کیا ہے اس بے چاری نے۔"  
 "کچھ نہیں.....!" فریدی حمید کو گھور کر بوا۔ "یہ اس لئے کروں گا کہ وہ پھر تمہاری پیٹھ پر  
 لد کر سفر کر سکے اور اس بار میں تمہاری کھال گرا دوں گا احمد کہنیں کے۔"

انہیں اچھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ ڈاں و مسدت جزیئے میں ان۔ ظاہر سے امام نہیں  
 ہے۔ اس لئے ڈی گاریکا کی تجویز پر انہوں نے راستہ بدل دیا ڈی گاریکا کا خیال تھا کہ اس طرح  
 وہ ڈاں و مسدت کو راستے عی میں جائیں گے۔

وہ پھر کو وہ ایک دیران حصے سے گزر رہے تھے۔ جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ چاروں  
 طرف کھنچی رنگ کی اوپنجی پنجی چنانیں بکھری ہوئی تھیں۔ فریدی وغیرہ کی پانی کی بوتوں میں کافی  
 پانی موجود تھا۔ ورنہ اس سنگلاخ حصے کو دیکھتے ہوئے ان میں سے ایک آدھ کا ہارٹ قتل ضرور  
 ہو جاتا کیونکہ اس قسم کی چنانوں میں پانی تو بڑی چیز ہے پانی کا فریب دینے والی رہت بھی نہیں  
 ملتی۔

دھنعا فریدی پلنے پلنے رک گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سنبھل کی کوشش کرتا رہا پھر اپنے ساتھیوں  
 کو رکنے کا اشارہ کر کے ایک چنان پر چڑھ گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس کی آنکھیں پر اسرار طور  
 پر چمک رہی تھیں۔

"وہ آرہے ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم لوگ خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔"  
 تھوڑی دیر بعد انہیں قدموں کی آہیں سائی دینے لگیں۔

"وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کافی تشبیہ میں ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تم لوگ اپنے  
 جو گئے اتارلو۔"

"وہ بے شکنگی پلنے لگے..... پلنے رہے حتیٰ کہ سورج دور کی پہاڑیوں میں جھکنے لگا۔" وہ

برابر قدموں کی آوازیں سنتے رہے تھے اور فریدی بھی کسی نہ کسی پوشیدہ مقام سے دوسری طرف چھانگتا آیا تھا۔ ایک بار اس نے رک کر اپنے ساتھیوں کو بھی رکنے کا اشارہ کیا۔

”وہ لوگ یہاں پر اڈاں رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمیں بھی رک جانا چاہئے۔ وہ تعداد میں دکھیں۔“

فریدی تھوڑی دریکھ کچھ سوچتا رہا پھر ذی گاریکا کو چاہب کر کے بولا۔ ”کہاں نہ ہم رومنی کو سینیں چھین لیں۔“

”مگر یہ کس طرح ملکن ہے۔ ہم صرف چار ہیں۔“ ذی گاریکا نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ ابھی میرے ہاتھ میں ایک ٹرمپ کارڈ موجود ہے۔“

”دیکھنے!“

”ڈان الفریدو.....!“ فریدی نے کہا۔ ”حالانکہ اس چہرے کی ہناؤٹ کچھ اُنکی تھی کہ میک اپ میں دشواری پیش آئے گی مگر خیر میں کوشش کرتا ہوں۔“

فریدی اپنے سامان کا حصہ لے کر داہنی طرف کی چنانوں کے نیچے اڑ گیا اور پھر ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے اسے ڈان الفریدو کی شل میں دیکھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار خراشیں معلوم ہو رہیں تھیں جن میں خون جم کر سیاہی اختیار کر چکا تھا۔ ہونٹ زخمی تھے۔ پیشانی کے درم نے آنکھوں کو قریب قریب ڈھک کر بولा۔ آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ تھیں۔ فریدی نے انہیں اپنی زبان دکھائی جو معمول سے زیادہ موٹی نظر آ رہی تھی۔

”میری زبان بھی زخمی ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ظاہر ہے اُنکی صورت میں ڈان ونسٹ بجھ سے میرے سمجھ لے جائے اور آواز کی توقع نہ رکھے گا۔“

”تم ایک خطرناک کام کرنے جا رہے ہو۔“ ذی گاریکا پر تشویش لجھ میں بولا۔

”تو میں کھیاں کب مارتا رہا ہوں۔“ فریدی نے بہس کر کہا۔ ”خیر..... تم لوگ آرام کرو۔“

”میں بھی چلتا ہوں۔“ حید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بڑے بہادر نظر آ رہے ہو۔ جی نہیں تشریف رکھئے۔“ فریدی نے کہا اور اوپری ٹپی چنانیں پھلانگتا دوسری طرف اڑ گیا۔ ڈان ونسٹ کے کپ میں روشنی ہو رہی تھی۔

چلنے پڑنے دھنا فریدی نے ایک چینی ماری اور لائکنڈر اگر پڑا اور اس نے محصول کیا کہ کچھ آدمی اس کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ کئی ٹارچوں کی روشنیاں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔

”اے یہ تو الفریدہ ہے۔“ کسی نے کہا۔ ”چلو جلدی اسے اٹھاؤ۔۔۔ لیکن احتیاط سے کسی قدر رُخْتی ہو گیا ہے۔“

”وتمن آدمی فریدی پر بجک پڑے۔ لیکن انہوں نے ابھی ہاتھ ہی لگائے تھے کہ فریدی اچھل پڑا۔ دوسراے لئے میں وہ ایک ابھرتی ہوئی چٹان کی اوٹ میں تھا۔“

”خبردار!“ وہ ریوا اور نکال کر بولا۔ ”جیچے ہشودرنہ سب کو ختم کر دوں گا۔“

”الفریدہ اس کی ضرورت نہیں۔“ کسی نے دوسری طرف سے کہا۔

”ڈان ونسٹ!“ فریدی تھیر آمیز لبھ میں بولا۔ ”شکر ہے تیرا۔ شکر ہے اے خدا۔“

اور پھر وہ چٹان کی اوٹ سے نکل آیا۔ ڈان ونسٹ اسے سہارا دے کر کپ کی طرف لے گا۔

رشیدہ کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی۔ ڈان ونسٹ نے فریدی کو ایک چٹان کے سہارے بخاد دیا۔

”میں بیر و نی جنگل تک ان کے جیچے لگا آیا تھا۔“ فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔

”لیکن مجھے حرمت ہے کہ وہ اندر کیسے داخل ہوئے۔“ ڈان ونسٹ نے کہا۔ ”انہیں دیکھ کر میں نے رسیوں کا پل بھی کاٹ دیا تھا۔“

”انہوں نے بانسوں کے جنگل میں ایک دوسرا راستہ دریافت کر لیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”ای راستے سے میں داخل ہوا ہوں۔ وہ آگے نکل گئے اور میں ایک مصیبت میں پھنس گیا۔ ایک بن ماں نے میرا چھا کر ناشردہ کر دیا تھا۔ پھر مجھے کچھ اچھی طرح یاد نہیں کر میں اس دراز میں کیسے جا پڑا۔“

”دراز میں۔“ ڈان ونسٹ حرمت سے بولا۔ ”لیکن پھر تم اس میں سے نکلا کس طرح۔“

”یہی تو بتانے جا رہا ہوں۔“ فریدی نے اپنی پھولی ہوئی چیٹانی پر ہاتھ رکھ کر سکی لیتے ہوئے کہا۔ ”میں دیوانہ دار دراز میں دوڑ رہا تھا اور یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ دہل جا نکلا جہاں

رسیوں کا پل تھا۔ مگر میں نے کیا دیکھا؟ فریدی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”کیا دیکھا.....؟“ ڈان ونسٹ کے لبھ میں اضطراب تھا۔

”پل والا بڑا درخت دراڑ کے آر پار پڑا تھا اور اس کی رسی دراڑ میں لٹک رہی تھی۔“

ڈان ونسٹ پہلے تو کچھ سمجھا لیکن پھر دفعہ اچھل پڑا۔ فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا رہا۔ ”وہ چیز میرے لئے تائید غیری تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح چھٹا اور پھسلتا ہوا رسی لٹک پہنچ گیا۔ اب مجھے اس وقت اچھی طرح یاد نہیں کر سکتا کہ سہارے کس طرح اوپر پہنچا۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اسی درخت کے سہارے دراڑ کے اس پار آگئے ہیں۔“

ڈان ونسٹ نے گھبراۓ ہوئے لبھ میں کہا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم نے مجھے واڑلیس کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ تمہیں اولیاری کا بھوت دکھائی دیا تھا۔“

”یہ ان کی ایک خطرناک حرکت تھی۔“ فریدی نے کراہ کر کہا۔ ”وہ روہوی کا ساتھی انور

تھا۔ انہوں نے اس چہ اولیاری کا میک اپ پر کر دیا تھا۔“

”انور.....!“ رشیدہ بے اختیار چینی اور پھر خس پڑی۔

”خاموش رہو۔“ ڈان ونسٹ نے اسے ڈائٹا۔

”اس کے ساتھ دو آدمی اور ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”البرنو اور اس کا ساتھی؟“ ڈان ونسٹ نے پوچھا۔

”ہاں! لیکن جانتے ہو البرنو کون ہے؟“

”تمہیں۔“

”میں الاقوامی شہرت کا مالک انپکٹر فریدی جس نے مصر میں وہیں کی مشنی آئندگی کا پڑا۔“

”لگایا تھا۔“

”غدار.....ڈی گاریکا۔“ ڈان ونسٹ مٹھیاں پھینک کر بولا۔ ”لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“

”اس کے پاسپورٹ سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن تمہیں اس کی اطلاع نہ دے سکا۔

کیونکہ انہوں نے میری گمراہی شروع کر دی تھی۔“

رشیدہ نے پھر قہقہہ لگایا اور جیج کر بولی۔ ”اگر واقعی ان کے ساتھ فریدی بھی ہے تو یہ سمجھو لو۔“

کہ تمہاری موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔“

”خاموش رہو۔“ ڈان ونسٹ اسے مکا دکھا کر چینا۔

”میں بہت تھک گیا ہوں۔“ فریدی مضمحل آواز میں بولا۔ ”تجھے ایسا عجوس ہوتا ہے جیسے  
میں مجھ تک زندہ نہ رہ سکوں گا۔“

”آگ بخداو.....!“ ڈان ونسٹ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”ساری روشنیاں گل کر دو۔“  
تحوڑی دیر بعد وہاں اندر ہمراجھیل گیا۔

”ڈان ونسٹ میں تھک گیا ہوں۔ تجھے براغٹی چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔

”براغٹی..... ہمارے پاس صرف دو بولیں رہ گئیں ہیں۔ زیادہ پہنے کی کوشش نہ کرنا ہم  
بھگے ہوئے ہیں۔“

ڈان ونسٹ نے اس کے ہاتھ میں ایک بوگل تھا دی۔ فریدی نے تھوڑی سی براغٹی  
اندر ہمرے میں گردی پھر اس کی جیب سے ایک پڑیا لٹکی دوسرے لمحے میں پڑیا کا سارا سخوف  
بوگل میں تھا۔

”شکریہ.....!“ فریدی ایسے انداز میں بولا چیسے وہ ابھی تک سائیں روکے ہوئے بوگل  
میں مت لگائے رہا ہوا رپھر اس نے ٹول کر بوگل ڈان ونسٹ کو واپس کر دی۔ بوگل ڈان ونسٹ  
اور اس کے ساتھیوں میں گردش کرتی رہی۔ فریدی چھیڑ چھیڑ کر ان سے گھنگو کرنے لگا۔ تھوڑی ذری  
سمک دہ بولتے رہے پھر ان کی آواز اس آنی بند ہو گئی۔ فریدی نے دو تین بار ڈان ونسٹ کو زور  
زور سے پکارا گیں جواب ندارد پھر وہ آہستہ آہستہ ٹول ہوا رشیدہ کی طرف بڑھنے لگا۔ رشیدہ  
چونک پڑی۔

”یہ کیا حرکت؟“ اس نے سخت لمحے میں کہا۔

”چپ چپ..... میں ہوں فریدی۔“

”اوہ.....!“ رشیدہ قریب قریب چین پڑی۔

”بے وقوف لڑکی خاموش رہو۔“ فریدی نے کہا اور اس کے ہاتھ پر کھونے لگا۔  
تحوڑی دیر بعد وہ چنانوں سے گزر رہے تھے۔

”ڈی گاریکا اور اس کی لڑکی کو میری اصلاح نہ معلوم ہونے پائے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ  
نچے صرف البرتو بھیجتے ہیں۔“

ڈی گاریکا وغیرہ رشیدہ کو دیکھ کر اچھل پڑے۔ رشیدہ انور کے شانے سے لگی ہوئی نری  
طرح رو ری تھی۔

”تم بھی کبھی اس طرح روئی ہو۔“ حمید نے آہستہ سے رمونا سے پوچھا۔

”میں کہوں روئی۔“

”البرتو میں کس طرح تمہارا شکریہ ادا کروں۔“ ڈی گاریکا بولا۔

”بعد کی باتیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”صحیح ہمیں ڈان ونسٹ سے سمجھتا ہے۔“

”کیوں نہ انہیں اسی وقت مکانے لگادیا جائے۔“ رمونا نے کہا۔

”یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ میں نیند یا بیویوی میں کسی کو مارنے کا قابل نہیں۔“

”اور اگر وہ رات ہی کو نکل گئے تو۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”صحیح سے پہلے ان کی آنکھ کھلتی محال ہے۔“ فریدی نے کہا اور سارے لگانے لگا۔

”لیکن ہمیں ہوشیار رہنا پا جائے۔ رات میں باری باری سے ہم پھر وہ دیتے رہیں گے۔“

ڈی گاریکا نے کہا۔

رات کی تاریکی بڑھی جا رہی تھی۔ سب لوگ سو گئے۔ سوتے میں اچانک فریدی کی آنکھ کھل گئی۔ حمید رمونا اور انور کے چیز میں رشیدہ سوری تھی۔ لیکن ڈی گاریکا کا کہیں پہنچتا تھا۔ فریدی کا  
ماتحتا نہ کہا۔ وہ تیزی سے چٹاؤں پر چڑھنے لگا۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ یا کیک اسے ایک چیز  
سنائی دی۔ فریدی کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ آواز کی طرف جھپٹا پھر دوسرا چیز سنائی دی  
پھر تیسری اور ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔ وہ جگہ جہاں اس نے ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں کو  
چھوڑا تھا وکھائی دے رہی تھی۔

”وہ حفاظت کریں بیٹھا۔“ فریدی بڑا بڑا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون  
اتر آیا۔ ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں نے ڈی گاریکا کو جکڑ رکھا تھا۔ ڈان ونسٹ پوری قوت  
سے اس کا گلا دبا رہا تھا۔ فریدی نے رانفل چھتیائی ”دھائیں“ چنانیں گوئیں اٹھیں۔ فریدی نے

پھر دوسرا قاتر کیا اور بجا گا۔

آدمیوں کے بجا گئے کی آوازیں اسے سنائی دی۔ فریدی اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں ڈیگاریکا دو لاثوں کے چمیں پڑا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ فریدی نے آہتہ سے اسے چبیش دی۔

"البرفو.....! ڈی گاریکا چلا یا۔" کیا وہ لوگ بجاگ گئے۔

"ہاں یہ کیا پاگل پین تھا۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم چلے آئے۔"

"مگر یہ بہت بُرا ہوا..... وہ لوگ بچ کر نکل گئے۔ اب ہماری جان کی خیر نہیں۔"

"کوئی پرداہ نہیں۔" فریدی نے اسے اٹھایا۔ "تمہیں چوت تو نہیں آئی۔"

"نہیں البرفو..... مجھے اولیاری کے انتقام نے انداھا کر دیا تھا۔ جب تم لوگ سو گئے تو میں اٹھایے سب بیویوں پڑے تھے۔ میں نے ایک کے سینے میں تجھر اتار دیا۔ اس کی جنگ سے دوسروں کی آنکھ کھل گئی۔ جب تک وہ ہوشیار ہوں میں دوسرا کو بھی ختم کر چکا تھا کہ اچانک ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا۔ میں بے قابو ہو گیا مگر تعجب ہے البرفو ان میں کسی کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا۔"

فریدی اور ڈی گاریکا کو دیکھ کر وہ اچمل پڑی۔

"البرفو تم بہت اچھے ہو۔" وہ تشكراً آمیز لبجھ میں بولی۔

"میرے تعلق کیا خیال ہے۔" حمید نے دخل دیا۔

رمونا نے اسے گھوکر دیکھا۔ حمید نے خاموشی سے گردن جھکا لی۔

"سب لوگ تیاری میں مصروف ہو گئے اور سورج نکلتے نکلتے یہ چھوٹا سا قافلہ سنگارخ چٹانوں کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

ستواتر دو دن بعد سفر جاری رہا۔ اس دوران میں کوئی قابل ذکر حادثہ نہیں نہیں آیا۔ آہتہ آہتے جگلوں اور پھاڑوں کے آثار ختم ہوتے جا رہے تھے۔ ڈی گاریکا کی تجویز پر ایک جگہ رک کر فریدی، حمید اور انور نے اپنی مشکلیں تبدیل کر لیں۔ انور ڈی گاریکا کے لڑکے اولیاری کی خصل میں تھا۔ فریدی اور حمید نے ڈی گاریکا کی دی ہوئی دو قصاویر کے مطابق میک اپ کیا تھا۔ ڈی

گاریکا نے انہیں بتایا کہ شہر میں داخلے کے وقت باہر سے آنے والوں کے متعلق کافی چھان میں کی جاتی ہے۔

"مجھے خوف ہے کہ کہیں ڈاں و نسٹ نے شاہی محلہ سراجِ رسانی کو اپنی آمد سے مطلع نہ کر دیا ہو۔" ڈی گاریکا نے کہا۔

"کس طرح.....!" فریدی نے پوچھا۔

"واڑیں کے ذریعہ۔"

"واڑیں.....!"

"ہاں..... تم کیا سمجھتے ہو۔ ہم لوگ کافی ترقی یافتے ہیں۔ اس معاملے میں کسی یورپین ملک سے پہچپے نہیں۔"

"خبر کہاں سے بھیجی ہوگی۔" فریدی نے پوچھا۔

"میکسیکو کی بندرگاہ ویرا کروز سے۔"

"لیکن کیا یہ چیز خطرناک نہیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمارے پیغامات دوسرے بھی سن سکتے ہیں۔"

"بھی تو خاص بات ہے۔" ڈی گاریکا نے مسکرا کر کہا۔ "تمارے ٹرانس میٹر سے الگ تمغل ہیں۔ ہمارے ٹرانس میٹر پر نظر کئے ہوئے پیغامات صرف ہماری ہی روپیے و گفتگوں پر سے جاسکتے ہیں۔"

"تو پھر اب کیا کہتے ہو۔" فریدی اکتا کر بولا۔

"ہم ایک خیر راستے سے شہر میں داخل ہوں گے۔" ڈی گاریکا نے کہا۔ "اور انکی صورت میں انور کے لئے اولیاری کامیک اپ مخدوش ہے۔ خود مجھے اور رہونا کو بھی اپنے طبقے تبدیل کرنے پڑیں گے۔"

دوسری ایکم کے مطابق انہوں نے احتیاطی تدایر کرنے کے بعد راستہ بدلتا۔ اس طرح انہیں چھتیں گھنٹے تک اور سفر جاری رکھنا پڑا اور جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو فریدی وغیرہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ چاروں طرف بڑی عالیشان عمارتوں کا جال سائکھرا ہوا تھا۔ لیکن انہیں یہ

ایک عجیب بات دکھائی دی کہ ساری عمارتیں بزرگ سے رگی ہوئی تھیں اور عمارتوں کی چھوٹیں پر پودے اور جھاڑیاں نظر آری تھیں۔ انہیں کوئی ایسی عمارت نظر نہ آئی جس کی چھت پر چھوٹے چھوٹے درخت نہ دکھائی دیتے رہے ہوں۔ ڈی گاریکا حمید اور انور کی حیرت پر جنہیں

”میں سمجھتا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اس جزیرے پر پرواز کرنے والے غیر ملکی ہوائی

جہاز سے مخنوٹا رہنے کے لئے تم لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔“

”لیکن بعض بد قسمت ہوائی جہاز“ ڈی گاریکا نے خس کر کہا۔ ”جن کی پرواز بچی ہوتی ہے مار کر گرانے جاتے ہیں تم نے اکثر اپنی طرف کے اخبارات میں اس حتم کی خبریں پڑھی ہوں گی کہ فلاں طیارہ بجر اٹلانٹک اور بحر کریم کے درمیان پرواز کرتا ہوا پر اسرار طور پر عاست ہو گیا۔ وہ پر اسرار طریقہ ہماری طیارہ میکن بندوقوں کا رہیں مت ہے۔“

”بہت خوب.....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میرا دل چاہتا ہے کہ بقیہ زندگی اسی پر اسرار جریے میں گزار دوں۔“

”جی.....!“ رمنا پر سرت بجھے میں چینی۔

”قطی.....!“ فریدی بجیدگی سے بولا اور حمید کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

”اگر ایسا ہو سکے تو ہم اسے اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ غیر ملکی یہاں رہ سکتے ہی نہیں؟ آخر کب تک اس حالت میں رہوں گا۔“ فریدی نے پوچھا۔ ڈی گاریکا گز بڑا گیا۔

”البر و نو ہمارے یہاں اگر قاگان اور مقدس باپ مل کر کوئی حکم دے دیں تو اسے سب مانی لیتے ہیں۔“ ڈی گاریکا نے مخفی سائنس لیتے ہوئے کہا۔

صح کے ہلکے ہلکے چھپلے ہوئے دھنڈ لگے میں وہ شہر کے غیر آباد حصے سے گزرتے رہے۔

ڈی گاریکا کی ایکم کے مطابق ان لوگوں کو سب سے پہلے مقدس باپ کے حضور میں حاضر ہونا تھا۔

صح ہو چکی اور شہر سے باہر نکل کر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں یہ قائلہ پہنچ چکا تھا۔ پہاڑی کے شیب میں چنانوں سے ڈھکا ہوا ایک قلعہ دکھائی دے رہا تھا لال لال فیتنے لگائے ہوئے۔ ساہیوں کی دو روپیہ قطار پہرا پڑھی۔ اس قائلہ کو آتے دیکھ کر انہوں نے اپنی

راہکلیں اٹھائیں۔ ڈی گاریکا نے اپنے دوپوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ فریدی اور انور وغیرہ نے اس کی تکمیل کی۔ سپاہیوں کے پاس پیچتے ہی رشیدہ نے بیان پازوکھولا اور سپاہیوں کے چڑی میں کڑی ہو گئی۔ مکاتاں کر اس نے اپنا بازو لہرایا۔

”سی نورا.....!“ ایک ان میں سے حیرت سے چیخا اور وہ سب رشیدہ کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے پازو پر پا ہوانشان صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”قاگانیے زندہ باد.....!“

”سی نورا روہولی زندہ باد۔“

سپاہیوں نے فخرے لگائے اور اپنی ٹکنیس جھکاؤیں۔

مقدس باپ خاروں کی آواز سن کر باہر نکل آئے تھے۔ فریدی نے دیکھا ایک لمبا تر ٹکڑا بڑھا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی خوبصورت سفید ڈاڑھی اور آنکھوں میں ایک خاص تمہاری چمک نے فریدی کو یہ سچنے پر مجبور کر دیا کہ آدمی ہوشیار ہے۔

ڈی گاریکا سے دیکھ کر جھکا۔ احرار اماں اس نے مقصدس باپ کی عبا کو بوس دیا اور کھڑا ہو گیا۔

رشیدہ کو دیکھ کر اس نے تھیمسا سر ہالیا اور اس کی پیچتے پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

اچانک خاروں کی آواز سنائی دی۔ فریدی چونک پڑا۔ ڈی گاریکا کے چہرے پر ہوا بیان چھوٹنے لگیں۔ خاروں کی آواز تیز ہوتی گئی۔ مقصدس باپ نے مرکز ڈی گاریکا کی طرف دیکھا۔

”قاگان.....! مگر وہ کس سے لڑے گا۔“

دیکھتے دیکھتے سامنے کا میدان گرد و غبار سے اٹ گیا۔ مقصدس باپ نے اشارہ کیا اور ایک سپاہی نے پاس پڑے ہوئے خاروں کو زور زور سے چیننا شروع کر دیا اور تھوڑی ہی دری میں سچ سپاہیوں کی قطار نکلنے لگی۔

سامنے کا غبار چھٹ گیا تھا۔ اڑتے ہوئے بزرگ پھریرے نے قارے بجاتے ہوئے فوج آری ہی۔ ان کی ٹکنیس کی ایساں ڈوپ میں چونک رہی تھیں۔ آگے آگے ایک شخص تکمیل کوار لئے ہوئے تھا۔ جس سے خون کے قطرے ٹک رہے تھے۔ غالباً یہ اعلان جگ تھا۔ سپاہیوں کے چڑی میں ایک شخص کے سر پر چاندی کا پھتر لگا ہوا تھا۔ غالباً یہ قاگان تھا اور اسی کے ساتھ ایک شخص اور

تھا۔ دور سے فریدی نے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی سنا کی جھلک رہی تھی۔ فریدی نے ایک نظر میں پچھاں لیا۔ یہ شخص ڈان ونسٹ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

## خوفناک جنگ

فوج سامنے آ کر رک گئی۔ مقدس باب پڑیں سے چلا آیا۔  
”تمہروں۔“

لبے لبے قدم بڑھانا ہوا صفوں کے چمچ سے گزر کر وہ قاگان کے سامنے پہنچا۔ فریدی نے حیرت سے دیکھا کہ قاگان کے سپاٹی بھی اسے دیکھ کر تھیما جنگ کئے۔  
”کیا چاہیے ہو۔“

”آپ کے پاس جو آدمی آئے ہیں یہ سب خدار اور بدیں ہیں۔“  
قاگان کے ساتھی ایک ساتھ چلائے۔

”یادا ہے کی چونٹی پڑی گاریکا کو چھانی دو۔“

جسح جیسے عی خاموش ہوا مقدس باب نے کہا۔

”انہیں سے کوئی پرسی نہیں۔ یہ لوگ سی نورا روہولی کی ساتھ آئے ہیں۔ سی نورا روہولی جو فاگانی ہے۔ مگر جھمیں یقین نہیں ہے تو اسکا شان دیکھو لو۔“ مقدس باب کی آواز کوئی۔ انہیں نے رشیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ رشیدہ نے جلدی سے کپڑے ہٹانے شروع کئے۔ مقدس باب دہاں سی مڑا اور رشیدہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا۔ ابھی وہ اپنی فوجیں ہی کے درمیان تھا۔

”دھائیں۔۔۔!“ ایک کوئی سرسراتی ہوئی رشیدہ کے کان کے پاس سے نکل گئی اور جب تک دوسرا فائر ہو، فریدی نے فائر کیا اور ڈان ونسٹ کا پستول زمین پر تھا دوسرا طرف سے لگاتار فائر شروع ہو گئے۔ مقدس باب نے رشیدہ کی طرف دیکھا۔ دونوں نے اشارہ کیا اور ادھر کے سپاہیوں نے بھی جوابی حملہ شروع کیا۔

دو پھر ہو بھلی تھی۔ لٹائی بڑے زور شور سے جاری تھی۔ ڈان و نسٹ اور فاگان کے ساتھی تعداد میں زیادہ تھے مگر ادھر لوگ بھی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ڈی گاریکا نے حید، فریدی، رشیدہ اور انور کو ایک حفاظ مقام پر پہنچا دیا تھا۔

لٹائی کا منظر بھی اُنک ہوتا جا رہا تھا۔ زمین خون سے رنگ گئی تھی۔ فریدی ڈی گاریکا کے جانے کے بعد وہاں سے نکلا۔ قلعہ کی ایک چھوٹی سی فصیل پر بیٹھ کر اس نے جگ کی حالت دیکھنی شروع کی۔

دونوں فوجیں ایک دوسرے میں غث پٹ ہو گئی تھیں۔ تعداد میں کم ہونے کی بنا پر وہ محسوس کر رہا تھا کہ اب پادری کے ساتھی چیکپے ہٹ رہے ہیں اسے اپنی پشت پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اس نے چوک کر دیکھا۔

"البر و نو! ہم لٹائی ہار گئے۔" ڈی گاریکا کے لجھ میں اداسی تھی۔

"مگر یہ ایک دم لٹائی کیسے چھڑ گئی۔"

"مقدس باب اور فاگان میں بہت دونوں سے ان بن تھی اور دونوں اپنی طرف سے لٹائی میں مصروف تھے۔ ذرا سے موقع کی دری تھی سودہ ہاتھ آگیا۔"

فریدی خاموشی سے نتارہ۔ اس کی نظریں سامنے والے میدان پر تھیں۔ سورج ڈوب رہا تھا اور شام کی پھیلتی سرگیں دھندا ہوں میں اس کے ساتھی بھاگ رہے تھے۔ ڈان و نسٹ اور فاگان کے ساتھی فصیل کے نیچے بک پہنچ گئے تھے۔ غبار سے اُنھوئے میدان میں ہزارہا لاثیں دکھائی دے رہی تھیں۔ فریدی کا تپ اٹھا۔ اتنا انسانی خون بلا وجہ بھالیا گیا؟

"اب کیا ہو گا۔۔۔ البر و نو! اب کیا ہو گا۔" ڈی گاریکا کے لجھ میں بدحوابی تھی۔ "تم اس کے ذمہ دار ہو۔۔۔ تم۔۔۔؟" وہ اچاک فریدی کے اوپر چلانے لگا۔

"تم ڈان و نسٹ کو چھوڑتے اور نہ آج ہم کو یہ دن دیکھا پڑتا۔" وہ روپڑا۔

"خوصلہ رکھوڑی گاریکا۔" فریدی نے اسے اٹھایا۔

دونوں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئے۔

قلعہ بند کروادیا گیا۔ چاروں طرف سے حاصرہ کر لیا گیا تھا۔

فریدی تھوڑی دیر تک تو حمید وغیرہ سے باشی کرتا رہا پھر پچکے سے نکل گیا۔ حمید وغیرہ پہلے تو کچھ تکمیل کرنے میں دیر ہوئی تو ان کی تشویش بڑھ گئی۔  
”آخر کہاں چلے گئے؟“ رشیدہ بولی۔

”اب یہ سب کچھ مت پوچھو۔“ حمید طنزی بجھے میں بولا۔ ”آخر انہیں تمہاری تاجپوشی کا بھی تو انتظام کرتا ہے۔“

”ملک عالم.....!“ انورینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ”یہ تالائیں تھیں کہتا ہے۔“  
”اے انور میں چاند اماردوں گی۔“ رشیدہ جلا کر بولی۔

”ضرور ضرور.....حضور عالی۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”یہ بدتریز اسی لائق ہے۔“  
”حمد صاحب مہربانی کر کے.....“ رشیدہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

”احبی ہم صاحب و احباب کہاں۔ ہم تو خاصے گدھے ہیں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔ ”فریدی صاحب کے ابتداؤ تھوڑے صاحب ہیں۔“

وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر جنجنگلا کر کہنے لگا۔ ”فریدی صاحب کو تو خیر قلل ہونا ہے۔ آج تھے تو خیر کل ہی ہو جائیں گے..... ارے میں..... ارے میری کم بختنی کیوں آتی رہتی ہے بختنی۔ ارے کوئی بناتا بختنی..... ارے! ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا کوئی آواز دینا میری طرف سے ارے بخاتی کوئی ہے۔“

حمد اچھل کر اول فول بک رہا تھا۔ جیسے اچاک دماغ خراب ہو گیا ہے۔  
”ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا تھا۔“ انور اس کا گریبان پکڑ کر بولا۔ ”مگر اب شاید تمہاری شامت آئی گئی ہے۔“

”بس بس بکواس مت کرو۔“ حمید نے گزر کر کہا۔ ”سب کچھ تم دونوں کی بدولت ہوا۔ ارے غصب خدا کا کہاں یہ منہوس جزیرہ اور کہاں میں۔ ارے کم بخت اتنا تو سوچو کر ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی۔ اگر میں یہاں مارا گیا تو میرا بیوڑھا بابا پھل کھل کر جوان ہو جائے گا۔ آج مجھے شہزاد کی یاد بری طرح ستارہ ہی ہے۔ مگر نہیں تو بے لا حول ولا قوہ۔ آج کل کی لڑکیاں قاتل اعتماد نہیں۔ اگر وہ بھی کسی جزیرے کی شہزادی نکل پڑی تو اپنا تو.....!“

حید تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔  
رشیدہ بھی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔  
”اب چپ بھی رہو۔ یہاں جان پر نبی ہے اور تمہیں یہ لفوبت سوچوڑی ہے۔“ انور آتا  
کر بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ رشیدہ بھی روکتے ہوئے بولی۔ ”آخ فریدی صاحب کی اتنے  
غیر سجادہ آدمی سے کیسے نجتی ہے۔“

”تم اسے غیر سجادہ سمجھتی ہو۔“ انور نے کہا۔ ”اڑے باپ رے باپ۔۔۔ اتنا بھائیک  
آدمی میری نظر سے گزرا ہی نہیں۔ یہ بھی میں وہ سب کچھ کر گز رتا ہے جو بڑے بڑے سجادہ  
ہو کر بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کم بخت یہ قوف بن کر یہ قوف بناتا ہے۔“

”ہے آدمی پرنداق، مگر حضرت گھے کہاں۔“ رشیدہ اٹھتے ہوئے بولی۔

آدمی رات سے زائد گزر پچلی تھی۔ دن بھر کی دھائیں دھائیں کے بعد اس وقت قضا  
پر سکون تھی جیسے طوفان آ کر تھم گیا ہو۔ فریدی کا اب بھکنی پڑھا تھا۔ رشیدہ دروازے کے  
قریب جا کر رک گئی۔ سامنے ہی ڈی گاری کا کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

”البر نو کہاں ہے؟“

”ابھی تک نہیں آیا۔“

”اچھا میرے ساتھ آؤ۔۔۔ تمہیں مقدس باپ یاد کر رہے ہیں۔“

رشیدہ ڈی گاری کا کھڑا اس کے کمرے کی طرف چل پڑی۔

ایک بڑے سے ہال میں پادری تھا بیٹھا ہوا تھا۔ اوپرے اوپرے لے قانوں میں کافوری  
شیعیں جل رہی تھیں۔ سلیب کا ایک بڑا سانشان کرے کے اندر مال مریم کی تصویر کے اوپر بنا  
ہوا تھا۔ پادری کافی محفک نظر آ رہا تھا۔

”سی نورا رو مولی۔۔۔ مجھے اپنی جان کا ذرخیل مگر یہ ہزاروں آدمی بفت مارے جائیں  
گے۔“ اس نے اس لہجے میں کہا۔

رشیدہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

”میرے پاس وہی وقت کا آدمی بھٹ لے اکر آیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ قاگان میری ساری شرطیں مانتے کو تھیں اسے صرف مجھے ڈی گاریکا اور اس کے ساتھیوں کو تھیارے سمت اس کے حوالے کر دینا ہوگا۔“ میرے خیال میں تم لوگ بھاگ جاؤ۔“ مقدس باپ کہتا رہا۔ رشیدہ کو یہاں کے تابع و تختے کوئی دیپنی نہ تھی۔ وہ تو محض فریدی کی وجہ سے چلی آئی تھی۔ فریدی کوں آیا تھا؟ وہ دیپنیں لا جاتی تھیں۔ مگر پھر بھلی اے شبہ تھا کہ کوئی ایسی وجہ ضرور ہے جس کی بنا پر فریدی سرمدار ہا تھا۔

”مگر تم اب جا بھی کیسے سکتے ہیں۔ راستہ چاروں طرف سے گمراہوا ہے۔“ رشیدہ کچھ چکلتے ہوئے بولی۔

”یہ میرا ذمہ۔“ پادری نے تالی بجائی۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے۔

”سی نورا کو قلعہ کے باہر لے جاؤ۔“

رشیدہ ابھی چدقدم آگے بڑھی تھی کہ وہ آدمی بھلکے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ جھکائے اور ائے قدموں واپس چلے گئے۔ پادری کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔  
— ”پنک حرام....!“ وہ چلا یا۔

— ”ڈی گاریکا.....!“ وہ چینا۔

— ”جیسے ہی ڈی گاریکا اندر داخل ہوا وہ بر س پڑا۔

— ”کتنے میں تجھے جلاڈالوں کا۔ تو میرے خلاف بھڑکاتا ہے۔ سی نورا ضرور واپس جائے گی اور تو بھی یہاں نہیں رہ سکتا۔ تم سکھوں کو اندازہ کر کے نکال دیا جائے گا۔ تاکہ تم پھر یہاں نہ آسکو۔“ وہ چلا رہا تھا۔ ڈی گاریکا کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

”رحم..... مقدس باپ۔“ وہ بچوں کی طرح پھوٹ کر رونے لگا۔ ”میں نے جو کچھ کیا وہ آپ ہی کے اشارے پر کیا۔ مجھے سزا ملت دیجئے۔ آپ جو کچھ کہیں گے وہی ہوگا۔“

”مچ چار بجے تھیں تانبے کی کان والے راستے سے باہر نکال دیا جائے گا۔“

”اوہ خدا.....!“ وہ چینا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

رشیدہ کی قوت ٹکر جواب دے رہی تھی۔ وہ سیدھی انور کے پاس پہنچی۔ دروازے میں داخل

ہوتے ہوئے اس نے دیکھا۔ انور بے چینی سے ٹہل رہا ہے۔ رشیدہ کو دیکھتے ہی وہ چیخ آئھا۔

”دھوکا رشو! ہذا زبردست دھوکا۔ اب ہم نہیں ٹھیک سکتے۔ پادری روپیہ اور اقتدار کے لامگی

میں آ کر قاگان سے مل گیا۔ اب کوئی دم میں ہم لوگ مارڈا لے جائیں گے۔“

چشم زدن میں رشیدہ کی سمجھ میں سب پچھ آ گیا۔ پادری قاگان سے ساز باز کر رہا تھا مگر

اپنے پاہیوں کے ڈر کی وجہ سے کھلم کھلا اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے

اس نے یہ کھلیل کھیلا۔

”مگر تم سے یہ کس نے بتایا۔“ رشیدہ نے پوچھا۔

”رمونا نے۔“

”فریدی صاحب آئے۔“

”نہیں..... کم بخت حمید کا بھی پتہ نہیں ہے۔“

”رشوڈار لگ.....“ اور رشیدہ اس کا مند دیکھنے لگی۔

”ترنے سے پہلے میں ایک بار..... تم سے کہہ دینا ہی چاہتا ہوں کہ ..... مجھ تھم سے .....!“

”کہتے کیوں نہیں پیٹا کر محبت تھی اور اب اس وقت نہ کہو گے تو کب کہو گے۔“ پیچے سے

آواز آئی۔ رشیدہ اور انور دونوں نے چوک کر دیکھا۔ حمید کرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کا

سارا چہرہ کچھ میں لات پت تھا کہ جگ سے پھٹی ہوئی قمیش سے خون رس رہا تھا۔ اس کے چہرے

پر بے پناہ اداہی تھی۔ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح وہ دھڑام سے کری پر آگرا اور نئے

نیلی بار حمید کو اتنا اس دیکھا تھا۔

”یہ کیا ہوا.....؟“ دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

”انور..... عالی میں نہیں کہہ سکتا..... میں یقین ہی نہیں کر سکتا..... مگر مگر.....!“

”ارے کہو گے بھی .....!“

”خدانخواست فریدی صاحب شاید اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔“

”آئیں.....!“

”ہاں انہیں تابنے کی کان میں دھکیل دیا گیا اور اس قلعے کے نیچے ڈانکا میٹ لگا دیا گیا۔

ہے۔ چارچ کر ۵۳ مٹ پر عمارت اڑا دی جائے گی۔ یعنی اب سے صرف ایک گھنٹہ بعد۔۔۔ فریدی صاحب کو کان میں گرتے ہوئے ایک پاہی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تم جانتی ہو کہ کان آگ اور لادے کی ایک بھتی ہے۔“  
”آ.....!“ وہ غمہ عال ہو کر گر پڑا۔

ایساںک رات کا سنا ڈھائیں کی ویٹ ٹاک آوازوں سے ٹوٹ گیا۔

ساری فھا چکاریوں اور شخلوں سے سرخ ہو گئی۔ آسان میں سرخ سرخ بڑے بڑے ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگے۔ زمین دلیل انجی اور چنانیں اس طرح ٹوٹ کر رہے گئیں چیزیں ششیں کے ٹکڑے جبختا جاتے ہیں۔ شور بڑھتا گیا۔ آسان پر دیوتا نگے ہو کر تاثر و تاثر رہے تھے اور رات کی دیوبی کے جیزوں سے خون بہہ کلا تھا۔ زمین جل انجی تھی۔ ماحول لرز کر رہا تھا۔ ویٹ ٹاک، ہمیں اور بھائیک جزیرہ ڈھماکوں سے کانپ رہا تھا۔

## فریدی کا قتل

فریدی جب باہر کلا تو ابھی خامی رات ہو چکی تھی۔ اسے محسوں ہو رہا تھا کہ حالات نے اسے بڑی طرح بچھی میں کس لیا ہے۔ ابھی تک اس کا سابقہ آدمیوں سے پڑتا رہا تھا مگر یہاں تو ایک پوری حکومت سے لا ایسی کا سوال تھا؟ محض اپنے اصول کی خاطر اس نے ڈان و مسٹ کو زندہ چھوڑ دیا تھا ورنہ یہ ہگامہ نہ ہوتا۔ فریدی کو اپنے اوپر جھلاہٹ محسوس ہوئی۔ کاش وہ رشیدہ کو پاتے ہی و اپس چلا جاتا۔ اس نے سوچا، مگر بار بار سیکھی خیال اس کے دل میں چکلیاں لیتا رہتا کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جس کی ہمارے پر یہاں کے باشندے دوسری دنیا سے بالکل عیحدہ رہتا چاہتے ہیں۔ پھر اس پر اسرار جزیرے کے بارے میں جانتے کا شوق اسے سمجھ لایا تھا۔ یہاں اتنے انسانوں کا خون دیکھ کر وہ دلیل اٹھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ ہر ممکن قیمت پر آج ہی کی رات میں اس بیگ کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔

فیصل کے کنارے پا ہیوں کا زبردست پھرہ تھا۔ وہ بے مقصد اور ادھر گھوتا رہا۔ قلعہ کے چاروں طرف چکر لگا کر دیوار پر چڑھ گیا۔ سامنے میدان میں بزرگیاں روشن تھیں اور فیصل کے نیچے ایک چھوٹی سی ندی آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ ذرا ہی سے فاصلے پر پہاڑوں کی بلند چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی یہ حصہ قدرے محفوظاً بچھ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ پہاڑی اور ندی سے گمراہونے کی بنا پر اس طرف جملہ کا کوئی اندر یہ شہر تھا۔

ایک پاس اس سایہ سے حرکت کرتا معلوم ہوا۔ وہ چونکہ پڑا۔ سایہ دھیرے دھیرے فیصل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جلد ہی اس نے اپنے کو ایک کنگوڑے کے آڑ میں چھپا لیا۔ سایہ اسی کے قریب آ کر رک گیا۔ چاروں طرف دیکھنے کے بعد اس نے اپنی کمر سے رہی کھوٹی اور فیصل کے نیچے لٹکا دیا اور پھر خود آہستہ آہستہ اترنے لگا۔ فریدی بڑی غور سے اس کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ پانی میں دیکھنے سی اس نے اپنے قدم لٹکا دیے اور دوسرے ہی لمحے میں وہ ایک چلاگہ میں ندی کے اس پار فاگان کی فوجوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ فریدی اسے دیکھتا رہا۔ جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ کافی آگے جا چکا ہے تو اس نے بھی فیصل سے اتنا شروع کیا۔ عدی میں آدھے فٹ پانی کے نیچے ایک بہت بڑی چٹان تھی۔ فریدی نے اپنے قدم جمادیے۔ عدی کافی کھڑی تھی اور پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ لیکن چڑھائی کم ہونے کی بنا پر اسے اس پار دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ چٹانوں سے گلراتے ہوئے اندر ہیرے میں وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ وہ سایہ اس سے کافی دور نکل گیا تھا۔ حوشے ہی فاصلے پر خیموں کی قطاروں کے گرد روشنی میں اور پھرے دار دکھائی دے رہے تھے۔ فریدی رک گیا۔ آگے بڑھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ وہ فوراً پیچے کی طرف مڑا۔ زمین پر بینچ کر اس نے حرکت شروع کی۔ اچانک اسے مخواہی لگی۔ اس نے شو لا۔ فاگان کی فوج کے ایک سپاہی کی لاش تھی۔ لال وردی اور ہرے فیتے سے اس نے فوراً پیچاں لیا۔ اپنا بیس اسے پہتا کر اس نے سپاہی کی وردی خود پہن لی اور اطمینان سے آگے بڑھا۔ پھرے دار چاروں طرف ٹھیل رہے تھے۔ روشنی کی تیز شعاعیں چاروں طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان سے پچھا ہوا وہ ایک چھوٹے سے نیلے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ باوجود پہاڑی علاقہ ہونے کے اسے یہ جگہ کافی گرم محسوس ہوئی۔ اسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے زمین سے بیپ کہہ لئے ہوئے پانی کا سمندر

جو شمارہ رہا ہو۔ اس عجیب طریقے کی بھی انک سرراہت سے تھوڑی دری کے لئے فریدی جیسا بہادر انسان بھی سہم گیا۔ میلے کی آڑ لیتے ہوئے وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر سپاہی رہ گئے تھے تھلے سے صاف نظر آ رہا تھا۔ خیر کے اوپر ایک بڑا سامنہ الہ رہا تھا۔ جس پر ایک روپجھ کی تھلک نی ہوئی تھی۔ اچانک خیر کا پردہ اٹھا اور ایک آدمی باہر نکلا۔ فریدی نے اسے فوراً بچان لیا۔ یہ وہی آدمی تھا جسے اس نے قلعہ کی فسیل کی طرف حرکت کرتے دیکھا تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپس قلعہ کی طرف جا رہا تھا۔ خیر کا پردہ پھر اٹھا تھا اس بار دو آدمی ایک ساتھ باہر نکلے۔ فریدی چوک اٹھا۔ ان میں ایک ڈان نہست تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں کوئی چیز دبارکی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کے ساتھ بہت سے آدمی آگئے۔ ان سب کا رخ قلعہ کی طرف تھا۔ میلے سے کچھ دور آگے جب یہ لوگ نکل گئے تو فریدی بھی ان ہی کے پیچے چھپے چل پڑا۔ فسیل سے صرف تھوڑے ہی فاصلے پر وہ رک گئے۔ فریدی اب ان کے بالکل قریب پہنچ پکا تھا۔

”سوہارا نے دن ہی میں سب کام ختم کر لیا تھا۔“ ڈان نہست نے کہا۔ ”اس وقت وہ خیر دینے آیا تھا کہ قلعہ کے نیچے بارود بچا دی گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ سونچیں پر لگا دیا جائے۔“

”دنیں..... نہہرو شاید مقدس باپ کو عقل آجائے اور وہ ان سب کو ہمارے حوالے کر دے۔ پھر اس کا کیا فائدہ ہو گا۔“ ڈان نہست نے کہا۔

”اس نے ہمیں کب تک وقت دیا ہے۔“ پہلا آدمی بولا۔

”چار بج کر ۵۲ منٹ کا۔“

”تو ٹھیک تو ہے۔ چار بج کر پہنچن منٹ پر سونچیں لگا دو۔ فاگان کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“

چلا آدمی پھر بولا۔ ”اس کا بورڈ میرے خیے میں رہے گا۔ پاری کا آدمی دیہیں آئے گا اور اس نے فیصلہ کرنے کے بعد میں سونچیں آن کر دوں گا۔ سونچیں لگانے کے بعد دیہیں پر ایک لالہست تھیات نہ کر دیا گیا۔ فریدی نے گھری پر نظر ڈالی۔ صرف دو سکھتے کے اندر یا تو اس کے ساتھی مارڈو والے جاتیں گے یا پھر انہیں فاگان کے حوالے لے کر دیا جائے گا اور وہ یہ ٹھیک کسی بھی صورت میں اسے زندہ

نہ چھوڑے گا۔ فوراً وہ آگے بڑھا اور چٹاؤں کی آڑ میں تکدر کی طرف بچوں کے میں بجا گا۔ ایک ایک منٹ بڑا قبیتی تھا۔ تھوڑی دیر تک دوڑتے کے بعد وہ تھپر گیا۔ قاگان کی فوجوں کا پڑا وہ کافی دور رہ گیا تھا۔ وہندی وہندی بزرگ روشنی جعل لالا ریتی تھی اور پادری کی فوجوں کا سرخ نشان روشنی میں جھلک رہا تھا۔ یا کایک فریدی کو کسی کی چاپ سنائی دی۔ وہ فوراً بینچے گیا۔ پادری کی فوج کا ایک سپاہی عابد گشت میں اور آرہا تھا۔ فریدی پک کر اس کے پاس پہنچا۔ سپاہی نے فوراً را قتل انہماں۔ فریدی نے ایک جھکتا دیا اور را قتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گزپڑی دہ اسے گھور رہا تھا جیسے بچان رہا ہو۔

”میرا نام..... تم نے مجھے سی نورا اور ڈی گاریکا کے ساتھ دیکھا ہو گا اور اگر نہ بھی دیکھا ہو تو بھی یقین کرو کہ میں دوست ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”سپاہی اسے بدستور دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے پھر کہا۔ ”مجھے اس طرح نہ دیکھو..... تم فوراً جاؤ اور ڈی گاریکا سے کہہ دو کہ پورے کا پورا قلعہ خلے میں ہے۔ سوہنہ اسے قلعہ کے نیچے سرگلیں بچھا دی ہیں اسلئے سرگلیں صاف کرنا شروع کر دو۔ جلدی جاؤ اور ابھی حملہ کر دو۔ ڈی گاریکا سے کہہ دیتا کہ یہ الیمنو نے کہا تھا۔“

فریدی نے دھکا دیتے ہوئے سپاہی سے کہا۔

”سی نورا.....!“ سپاہی چینا اور تیزی سے قلعہ کی طرف بجا گا۔

فریدی پھر واپس مڑا۔ خطرہ جوں کا توں سر پر تھا۔ وہ اگئی طرح سمجھتا تھا کہ اتنے کم عرصے میں تو سرگلیں صاف کی جائیں گے اور نہ لوگ بھاگ سکتے ہیں۔ وہ پھر اسی جگہ پر آگیا۔ سپاہیوں کا دست اسی طرح اپنی جگہ پر موجود تھا۔ ان سے لڑنا بھی بے سود تھا۔ اس لئے کہ بہر حال دو چار کو ختم کر دیئے کے بعد بھی وہ قلعہ کو نہ بچا سکتا تھا۔ اس نے دیگرے دیگرے ڈان و نست کے خیسے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ خیسے کے بالکل پیچھے پہنچ چکا تھا۔ جیب سے چاقو نکال کر اس نے خیسہ کا پردہ چھاڑ دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ خیسہ کے اندر کوئی نہیں تھا۔ ڈان و نست شاید کہیں باہر چلا گیا تھا۔ فریدی نے چاروں طرف سونچ کا مین بورڈ ٹلاش کرنا شروع کیا۔ میز پر پڑے ہوئے ایک ڈبے پر نظر پڑتے ہی فریدی کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ وہ بڑھا اتھے میں کسی نے زور سے دھکا دیا اور وہ سنجھلتے سنجھلتے بھی لاکھڑا گیا۔ سامنے ڈان و نست کمزرا تھا۔ مم

بیزروٹنی میں بھی اس کا پھرہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔

"کون ہوتا.....؟" پتوں کا رخ فریدی کی طرف کرتے ہوئے وہ گرجا۔

فریدی خاموش رہا۔

"کون ہوتا ہے کیوں نہیں..... کیا کرنے آئے تھے؟" فریدی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے ہلاکا۔

"اوہ..... البرنو.....!" ڈان ونسٹ ہاتھ دیکھتے ہی ایک قدم پیچے ہٹ گیا۔

"تم سمجھتے رہے ہو گے کہ میں اس وردی اور میک اپ کی وجہ سے نہ بچان سکوں گا۔ میں بیان کی خیر پلیس کا افسر اعلیٰ ہوں اور گوار کے مقابلہ کے روز سے یہ ہاتھ سمجھنے ہیش سے یاد تھا۔ کیوں آئے تھے بیان؟"

فریدی خاموش رہا۔

"اچھا لواب تم مر جاؤ..... شبابش..... مگر دیکھو ہنتے ہوئے مرنا۔ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے جو مر تے وقت بھی گزگڑا نے لگیں۔" ڈان ونسٹ نے تھنگی سے کہا اور ٹرینگر دبادیا۔

فریدی زور سے اچھلا اور چشم زدن میں وہ ڈان ونسٹ کے اوپر تھا۔ اس کا پتوں گر چکا۔ وہ پھر بورڈ کی طرف پکا مگر فائزہ کی آواز سن کر سپاہی خیر کے پیچے حصہ کی طرف سے داخل ہو چکے تھے۔ گلیاں پلنے لگیں تھیں۔ فریدی نے سامنے کے دروازے کی طرف رخ کیا وردی سے اس نے کافی قائدہ اٹھایا اور دھکا دیتے ہوئے وہ باہر نکل آیا۔ مگر چاروں طرف سے بیٹھاں بجھے گئی تھیں اور ڈان ونسٹ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ برابر پیچھے دوڑتا آ رہا تھا۔ فریدی نے اور تھر بھاگا کا شروع کیا۔ دھکا اسے احساس ہوا جیسے زمین کے نیچے کوہ آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔ اس کے ٹکوئے جلتے گئے تھے۔ وہ رک گیا۔ ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھی کوئی چلاتے ہوئے آئے آگے ہوتے آرہے تھے۔ سامنے ایک بہت بڑے غار کا دہانہ سادھائی دیا۔ ایک گولی سرسری ہوئی اس کے کھڑھے کو چھوٹی ہوئی نکل گئی۔ فریدی نے جوابی فائزہ کیا اور غار کی طرف نظر ڈالی۔ گری اور تیش سے اس کا ہم گھٹا جا رہا تھا۔ سامنے غار ایک بھتی کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس بھتی کے اندر کچھ پک رہا ہو۔ کھد بد کھد بد کی پر شور آواز سارے ماحول پر حادی تھی۔ عجیب طرح کی بد بودار بھاپ نکل رہی تھی۔ فریدی کا سارا جسم پیسے سے شرابور ہو رہا تھا۔ اب

اس کے سامنے دو تی راستے رہ گئے تھے اور دو فتوں میں موت تھیں دکھائی دیتے رہی تھیں۔ یا تو عار میں کوڈ پڑے اور یا ڈالنے والے کے ہاتھوں نکتے کی موت نہ راجا ہے۔ اس نکتے پہلے کوڈ سرے پر ترجیح دی اور عار میں چلا گئ اگادی۔ قلعہ کی طرف سے اسے کسی بکے کوئی چلانے کی آواز سنائی دی۔

”جاؤ لالہ یہی“ تھا دنہایا۔

امتنی یہوئی تھی کہ تم بھاپ اسے تھی فریدی کو ادازہ ہو گیا تھا کہ جیسا کوئی کان ہے جیا لو جی تھے پھر کرنے کی تباہ پر اسے پورا علم تھا کہ کمی کان کس حد تک خطرناک ہوتی ہے کوڈ نے پہلے اس نے ایک بار غول اتھے عار کی گمراہی کو دیکھا تھا گیر تھی انہی پڑی ہوئی دراٹ کی ایک چٹان پر اس نے اپنے پیر جمادیے۔ تقریباً سو فٹ ایکھ کھراں میں سرخ پانی کا بدبو دار نالہ بہر رہا تھا۔ اندر کی لالہ کنگارہ کی ملاح سرخ چٹانیں پانی کے پرستہ ہوئے سائے اور اپنی سرخی کی وجہ سے زیادہ بھی اسکے مغلوم ہو رہی تھیں۔ چٹان پر کھڑی کھڑے فریدی نے داہنی طرف تریاہ چڑا کی دیکھ کر حکم کشنا شروع کیا۔ انہیں سیرے میں نکلتے ہوئے وہ انکی طرف بڑھتا رہا۔ قدرت کا بیان یا ہوئی راستہ ہوئی توور تک اندر چلا گیا تھا۔ جب انہیں اتنا قابل برداشت ہو گیا تو اور اس نے تاریچ جلائی۔ دو فٹ پڑھنے کے لئے سرگندھ تھا راستے سے وہ گزر رہا تھا۔ اپنی کاشوف انس ایب بھی اوپس اگلے بنائی دے رہا تھا۔ البتہ حدیث میں تکمیل کی تھی۔ فریدی نے پاراون طرف نظر دوڑا کی اور اسی گیرے ملا جا۔ فروٹ اسے اپنے اوپر ایک چٹان سا نامہ دکھائی دیا۔ فریدی خوشی سے چل پڑا۔ اس نے فوراً تار کاٹ دیا۔ ڈاٹا ہماریٹ کے میں سوچنے سے کٹ جانے کی وجہ آئے اب بچھائی ہوئی سرگندھ کے پھٹ جانے کا خطرہ دور ہو گیا تھا۔ اسی تار کی سمت فریدی بھی چل پڑا۔ تھاہر تھا کہ یہ راستہ قلعہ کا اندر تک جانا تھا۔ اسی سرگندھ کے اندر فریدی کافی دور تک کل آیا تھا۔ صاف ہوا نہ لگتے۔ اس کا دم گھٹت رہا تھا۔ سانس پھول گئی تھی۔ اس کا سر پکڑنے لگا۔ پاراون طرف آبست شور سانائی لائیں لگا۔ جیسے پانی کی بہت تیز دھارا اپر ہے گر رہی ہو۔ یا کیک اسے بڑی زور کا پکڑ آیا۔ اس نے سنبھالا چاہا۔ لف دیوار پر اس کا ہاتھ پڑا اور پھر پھر کرتے ہوئے تو دلے نیچے گرنے لگا۔ فریدی سنبھل کر نیچے رہے چڑا۔ ہوا کا ایک تیز جھونکا اندر آیا۔

فریدی کے حواس کچھ درست ہوئے۔ اس نے دیکھا چند ہی قدم پر سرخ پانی کی ایک تیز دھار اپر سے گرد بیٹھی اور پانی نبھ کی طرف گر کر تار کی محل میں بہ رہا تھا۔ اسکی ہوتی گیس نے اتنا زبردست اندر ہمراپھیلا رکھا تھا کہ فریدی اس کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھ سکتا تھا۔ اچانک اسے نمیں محسوس ہوئی۔ پانی جیسے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بے تباش اس نے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑی بڑی چٹائیں بھی دھکلایا گیا۔ اس طرف بھاری بھاری پتھراپنے آپ لڑک رہے تھے۔ وہ جیسے جیسے پیچے ہٹتا گیا سرگفت پیچھے کی طرف دھتی جا رہی تھی۔ پانی اب نبھ کی طرف گرنے کی بجائے پہل رہا تھا اور گیس بھر رہی تھی۔ یہ کان پھٹ جانے کے آثار تھے۔ فریدی نے باور تیزی سے پیچھے بھاگنا شروع کیا۔ وہ پھر غار کے دہانہ تک آگپا تھا۔ گری اور جدت سے اس کا بدن پھٹکا جا رہا تھا۔ اس نے اوپر کی طرف اچھلتا چاہا۔ ذرا سا اندازہ غلط ہونے پر وہ نبھے گر جاتا۔ اس نے اوپر چھٹا شروع کیا۔ اسے زمین پتھی ہوتی معلوم ہوتی۔ سارا زور لگا کروہ اور کیطرف اچھلا اور ایک سانس میں وہ باہر تھا۔ غار سے باہر نکلتے ہی اسے اپنے قدم لڑکھراتے ہوئے معلوم ہوئے سارا زور لگا کروہ چلایا۔

”بھاگ جاؤ..... کان پھٹ رہی ہے۔“ پختے ہوئے وہ بے تباش بھاگا۔ بڑے زور کا دھماکہ ہوا اور فریدی نے اپنے کانوں میں الگیاں دے لیں۔ ایک جھٹکا اور لگا فریدی چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

”لگا تار دو تین گھنے تک دھماکے ہوتے رہے۔ زمین دل کر اپنے بینے کے اندر چھائے ہوئے خزانہ کو گلتی رہی۔ بڑی بڑی چٹائیں روئی کے گاہوں کی طرح اڑ گئیں۔ فاگان کی فوجیں کان پھٹے سے تھوڑی دیر قبل اسی راستے پر قلعہ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ کان پھٹتے ہی اردو گرد آدمی میل سک کی زمین پھٹ گئی۔ قلعہ کی قصیل سک کر پڑی گمراہ محفوظ رہا۔“

فریدی کو جب ہوش آیا تو صح ہو چکی تھی۔ طوفان رک گیا تھا۔ اس جگہ سے صرف چند گز کے قابلے پر ساری زمین ایک بھی اکٹ خندق نماغار میں پول گئی تھی۔ پانی اوپر تک امیر آیا تھا۔ فاگان کے ساتھی جس جگہ پر اپنا پڑا ڈالے ہوئے تھے وہاں سوائے کہرے محبوب غار کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فریدی کا سارا جسم دکھر رہا تھا۔ اس کے بدن پر آبلے پڑ گئے تھے۔ اس سے اٹھانے

جانا تھا۔ بہت کر کے وہ انھا اور گھستنے گھستنے قلعہ کی طرف چلا۔ قلعہ کی سامنے والی دیوار گر پڑی تھی اور اب صرف ایک لمبا سارا ست نظر آ رہا تھا۔ فریدی نے دیکھا اس کی طرف کوئی آ رہا ہے۔ فریدی اسے دیکھتے ہی چیخا۔

"حمدی!"

آواز سنتے ہی حمید نے بھاگنا شروع کیا۔ فریدی کے قریب آ کر وہ ٹھک گیا۔

"اے.....!" حمید فریدی کی ٹھل دیکھ کر چلا اٹھا۔

"مگر او نہیں..... میرا میک اپ بیڈ گیا ہے۔" فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم ب لوگ تو آپ سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ مگر مجھے یقین تھا کہ فریدی کو ابھی آغوش میں لینے کی ہت زمین میں نہیں ہے۔" حمید بولا۔ "ذرائعہر یے میں اور لوگوں کو بالوں۔"

تحوڑی ہی دیر بعد ڈی گاریکا، رمنا، انور اور رشیدہ آ گئے۔ ڈان و منٹ اور قاگان کے ہزار ہا ساتھی کان پھٹ جانے سے لتر اجل ہو گئے۔ قلعہ کی دیوار کے نیچے دب کر پادری بھی مر گیا تھا۔ رشیدہ نے قلعہ کی اندر کی فوج کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

تمن روز کے اندر فریدی کے زخم مچھر گئے۔ پروگرام کے مطابق دوسرا ہی دن شہر یوں کے عام جلسوں میں رشیدہ نے باقاعدہ طور پر رمنا کوئی فاگانیہ بنانے کا اعلان کیا۔ ڈی گاریکا کو مقدس باب کی جگہ دی گئی۔

اسی روز فریدی نے ڈی گاریکا کو بیٹا کر کہا۔ "اب ہم لوگ جائیں گے۔"

"اور میں بھی انہیں لوگوں کی ساتھ جاؤں گی۔" رشیدہ نے کہا۔

"نہیں..... کی نور اتم نہ جاؤ۔" ڈی گاریکا بولا۔

"میں ضرور جاؤں گی۔..... جی فاگانیہ رمنا میری چک تھارا ساتھ دے گی۔ مجھے جانے ہی دو۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔"

ڈی گاریکا اصرار کرتا رہا۔ لیکن رشیدہ کسی طرح تمہرے پر تیار نہیں ہوئی۔

"میں..... میں بھی البرتو کے ساتھ جاؤں گی۔" رمنا جذبات سے بھرے ہوئے مجھے میں

بوی۔

"تمہارے دل میں کو تمہاری ضرورت ہے اور دل کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا چاہئے۔"

فریدی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"البرتو.....؟" اس نے فریدی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اُنکی آنکھوں سے آنسو

پہنچا تھے۔ "تم بیسی یاد رکھو گے۔"

"اچھا اچھا نمیک ہے۔" فریدی نے گلزوڑا کر کہا اور اٹھ کرڑا ہوا۔ حمید نے ایک زور دار

قہقہہ لکھا۔



دوسرے روز حمید انور شریدہ اور فریدی کو پورے شاہی اہتمام کے ساتھ ڈی گاریکا اور دوڑنا نے رخصت کیا۔ جزیرہ دانشگ سے آگے ٹکل کر حمید نے طلبیان کا سافس لیا۔ فریدی کیمن سے نمیک لگائے بیٹھا پر اسرار جزیرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
ایک بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ آخر شریدہ کے مل جانے کے بعد پھر ڈی گاریکا کے ساتھ آپ کیوں گئے۔ حمید نے پوچھا۔

"ایک تو نی دنیا دیکھنے اور دریافت کرنے کا شوق.....!"

"غائب آپ ہرے کلبس جانا چاہئے تھے۔" حمید نے فریدی کی بات کا نتے ہوئے کہا۔  
"نہیں یہ بات تو نہیں۔ مگر پھر بھی نہیں سمجھ لو۔ اس کے علاوہ ایک بات کا شہر تھا اور وہ درست نہیں۔"

"وہ کیا.....؟" حمید انور شریدہ ایک ساتھ بولے۔

"لندن میں میں نے ماہر ارضیات سے ساتھا کر دانشگ کے آگے ایک پر اسرار جزیرے میں پاٹشم اور تابنے کی کائیں ہیں اور جزیرے میں اتنے ہی مجھے شہر ہونے لگا تھا کہ مجھی وہ جزیرہ ہے جہاں رشیدہ مجھے ملی تھی وہیں میں نے پاٹشم کے ذرات پائے تھے، تم جانتے ہو دنیا کی سب سے قیمتی بحث پاٹشم ہوتی ہے۔"

فریدی رکا، انور، رشیدہ اور حمید علیگلی باندھے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ”وہ کافی جو  
پہنچی تھیں وہ پلاٹھم اور تابنے کی تھیں۔ یقین کرو ان سے اتنی پلاٹھم پیدا کی جاسکتی ہے جتنا پوری  
دنیا اس وقت پیدا کر رہی ہے۔ عنقریب میں الاقواہی کیش کے تحت وہاں کام شروع کر ادول گا۔“  
فریدی خاموش ہو گیا اور جیب سے گارہ کال کراس کا کونٹ قڑنے لگا۔ پچھلے لیتے ہوئے  
کشتی نیکوں پانی کو جرتے ہوئے آگے بڑھی جا رہی تھی۔

## تمام شد

— ملائکہ سے اہمیتیں —

جذبہ ایمان اکٹھا کر جاتیں احمد بن مسیح  
اہمیت کا فہرست ہے۔ اکٹھنے والے ایمانیوں میں احمد بن مسیح  
بزرگ ایمانیوں میں احمد بن مسیح ایمانیوں میں احمد بن مسیح  
بزرگ ایمانیوں میں احمد بن مسیح ایمانیوں میں احمد بن مسیح